فکری سوغات

اداره المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

فکری سوغات

معـاصر دنیـا، خصوصـاً اسلامـی ممالـک میـں موجودہ سیاسی حالات، مسلمانوں کے خلاف عـالمِ کفـر اور صلیبی طاقتوں کی طـرف سے بنائـے گئـے شـیطانی منصوبـوں، ممکنـہ واقعـات، چیلنجـز، رقابتـوں، جدیـد فتنـوں اور اسـی طـرح نئـی باطـل تحریـکات اور خیـالات کے بارے میں

مختلـف اسلام پسـند لکھاریـوں، جیـد دینـی عـلماء کـرام، تجزیـہ کاروں اور مبصریـن کـی دینـی، تاریخـی اور سیاسـی تحقیقـات، تجزیات، تحریرات اور آثار کا

مجموعـــہ

شمارہ چہارم

کتاب کی خصوصیات

کتاب کا نام : فکری سوغات

موضوع : داعشی خوارج کا رد، دینی، سیاسی، جہادی اور دیگر مختلف و متنوع موضوعات

زبان : اردو

شمارہ : چہارم

پیشکش : ادراہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

فہرست

١	حالات حاضرہ پر المرصاد کا تبصرہ	١
٢	جعفر ایکسپریس پر حملہ؛ الزام افغانستان پر کیوں لگایا گیا؟	١
٣	پہلی فصل	٣
٤	أبطال امت	٣
٥	مولوی محمد ایاز شہامت تقبلہ اللہ کی زندگی اور کارناموں کا مختصر جائزہ	٤
٦	نوجوان شہید طالب علم سمیع اللہ (امر اللہ) تقبلہ اللہ کی زندگی اور کارناموں پر مختصر نظر	٧
٧	دوسری فصل	١٠
٨	خوارج العصر	١٠
٩	عالمِ اسلام اور فتنہ تکفیر!	١١
١٠	داعشی اپنی قیدی بیویوں کو کاروبار کا ذریعہ بنا رہے ہیں!	١٤
١١	داعش کے بعد امن؛ زلزلہ متاثرین کو بروقت امداد کی فراہمی!	١٥
١٢	امریکہ کے انخلا سے داعش کی تباہی تک؛ افغانستان کی استقامت کی ایک جھلک!	١٧
١٣	امریکہ اور داعش کا زوال؛ افغانستان میں امن کے نئے باب کا آغاز!	١٩
١٤	تیسری فصل	٢٢
١٥	دینی اور جہادی تحریریں	٢٢
١٦	٢۴ اسد؛ اسلامی حکومت سے بیعت کا عہد!	٢٣
١٧	شہادتوں کی سرزمین ہے… یہ سروں کے نذرانوں کی سرزمین ہے!	٢٥
١٨	کھوئی ہوئی نصف صدی!	٣٠

١٩ جمہوریت اور اسلام، فکری اور اعتقادی موازنہ! ٣٣
٢٠ میں امارتِ اسلامی کا دفاع کیوں کرتا ہوں؟! ٣٥
٢١ چوتھی فصل ٣٨
٢٢ سیاسي اور اجتماعی تحریریں ٣٨
٢٣ ناقابلِ یقین انقلاب؛ امریکا کا افغانستان میں عروج سے زوال تک کا سفر! ٣٩
٢٤ کنڑ میں ا۔ا۔ا کے مجاہدین کی بے مثال کاوشیں! ٤٣
٢٥ ۹ سنبلہ: قبضے کی آخری رات اور طلوعِ صبحِ آزادی کا آغاز! ٤٥
٢٦ 9 سنبلہ؛ فوجی جنگ کا خاتمہ اور ثقافتی جنگ کا آغاز! ٤٧
٢٧ آزاد کشمیر یا فوجی سرگرمیوں کا میدان؟ ٤٩
٢٨ اقوامِ متحدہ کا اجلاس؛ پاکستان کا نہ ختم ہونے والا گمرہ کن بیانیہ ٥٥
٢٩ ۲۴ اسد؛ غلامی کا خاتمہ، عزت و وقار کا آغاز! ٥٩
٣٠ شہید اختر محمد منصور: وہ شخصیت جو تاریخی طور پر ثابت قدم رہی! ٦١
٣١ افغانستان کے کہساروں سے تاریخ کے زریں اوراق تک! ٦٣
٣٢ عالمی عدالت کونسا انصاف فراہم کرتی ہے؟ ٦٦
٣٣ پانچویں فصل ٦٨
٣٤ مختلف تحریریں ٦٨
٣٥ کابل کی فتح؛ امریکہ کے تابوت پر آخری کیل! ٦٩
٣٦ داعش اور بلوچوں کا قتلِ عام ٧٢
٣٧ صومالیہ میں بھتہ نہ دینے پر داعش کی دھمکیوں کے باعث تجارتی مراکز بند ٧٥

حالات حاضرہ پر المرصاد کا تبصرہ

جعفر ایکسپریس پر حملہ؛ الزام افغانستان پر کیوں لگایا گیا؟

پاکستان کے صوبے بلوچستان میں جعفر ایکسپریس پر حملے کے فوراً بعد سوشل میڈیا پر یہ بیانیہ پھیلایا جانے لگا کہ اس حملے کے پیچھے افغانستان کا ہاتھ ہے یا یہ کہ اس حملے کی منصوبہ بندی افغانستان میں کی گئی اور اس کے مرکزی کردار بھی وہیں مقیم ہیں۔

بعد میں سوشل میڈیا پر چلنے والے ان بے بنیاد دعوؤں کو پاکستان کی ریاستی پالیسی کا حصہ بنا دیا گیا، اور وزارت خارجہ کے ترجمان نے بھی اسی نوعیت کا بیان جاری کیا۔ اگر ماضی پر نظر ڈالی جائے تو پاکستان ہمیشہ اپنی ناکامیوں کا الزام دوسروں پر ڈالتا آیا ہے۔ یہ پاکستانی فوج کی پرانی حکمت عملی ہے کہ وہ اپنے عوام کو گمراہ کرتی رہتی ہے۔

پاکستان گزشتہ کئی دہائیوں سے یہ بیانیہ فروغ دے رہا تھا کہ بلوچ آزادی پسندوں کو بھارت کی حمایت حاصل ہے اور بھارت انہیں لاجسٹک اور سیاسی مدد فراہم کر رہا ہے، لیکن اب پاکستان اس طرح کے الزامات افغانستان پر لگا رہا ہے۔

پاکستان کے اس بے بنیاد دعوے کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہو سکتے ہیں؟

پاکستانی انٹیلیجنس ایجنسیوں کی اس جھوٹی مہم کے پیچھے ایک ”مقبول بیانیہ“ بھی ہے، جو وہ گزشتہ دو سالوں سے افغانستان کے خلاف چلا رہی ہیں تاکہ افغانستان کو اپنی تمام ناکامیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکے اور عوامی تنقید سے بچا جا سکے۔

اس کے علاوہ، افغانستان کے شواہد پر مبنی مؤقف کو کمزور دکھانے کے لیے، پاکستان ”الزام تراشی“ کی پالیسی اپنا رہا ہے۔ معلومات کے مطابق، پاکستان کو خاص طور پر یہ معلومات اور شواہد دیے گئے تھے کہ حاجی خلیل الرحمن شہید پر حملے کی منصوبہ بندی پاکستان سے کی گئی تھی اور حملہ آور بلوچستان سے افغانستان آیا تھا۔

اسی طرح، قندوز میں کابل بینک پر حملہ بھی پاکستان سے منظم ہوا تھا اور حملہ آور پاکستان سے آیا تھا۔ اس کے علاوہ گزشتہ سال افغانستان میں ہونے والے تمام حملوں کا انتظام و منصوبہ بندی پاکستان میں کی گئی تھی۔ ان تمام معاملات سے پاکستان کو آگاہ

کیا گیا اور شواہد بھی ان کے ساتھ شیئر کیے گئے، لیکن اس کے باوجود بلوچستان میں ٹرین پر حملے کے بعد پاکستان نے جوابی دعویٰ کیا کہ اس حملے کا ماسٹر مائنڈ افغانستان میں موجود تھا۔

ایک اور پہلو یہ ہے کہ مولانا حامد الحق پر حملہ، جو کہ داعش نے کیا، پاکستان کے لیے شدید تنقید کا باعث بنا۔ اس کے علاوہ بلوچستان میں داعش کے کچھ رہنماؤں کی گرفتاری کے بعد پاکستان نے ان داعشی دہشت گردوں میں سے ایک شریف اللہ کو امریکہ کے حوالے کر دیا اور باقی کے حوالے سے ایران اور روس کے ساتھ معاملات طے کر رہا ہے۔ اس وجہ سے بھی پاکستان کو شدید تنقید کا سامنا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ پاکستان دوہری پالیسی اپنا رہا ہے۔

پاکستان میں داعش خراسان کے مراکز کی موجودگی، ان کی پاکستانی ریاست کی جانب سے نگرانی اور ان کی خرید و فروخت کے کھیل کے آغاز کے بارے میں افغانستان نے بارہا دنیا کو خبردار کیا ہے اور پاکستان کی اس پالیسی کو بے نقاب بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب پاکستان نے جوابی طور پر افغانستان پر الزامات عائد کرنا شروع کر دیے ہیں۔

مزید برآں ایسا کوئی زمینی حقیقت پر مبنی ثبوت موجود نہیں جو یہ ثابت کرے کہ امارت اسلامیہ بلوچ علیحدگی پسندوں کی پشت پناہی کر رہی ہے، کیونکہ امارت اسلامیہ کا نظریہ اور فکری اساس بلوچ علیحدگی پسندوں کے نظریے سے بالکل مختلف ہے۔ بلوچ تحریک قوم پرستی کے نظریے سے جُڑی ہوئی ہے، جب کہ امارت اسلامیہ کا منہج اور طریقۂ کار بالکل واضح اور اسلامی بنیادوں پر استوار ہے۔

لہٰذا یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان کی ان بے بنیاد بیانیوں اور الزامات کے پیچھے اس کی اپنی ناکامیوں سے راہِ فرار اختیار کرنا، اپنی سرزمین پر داعش کے مراکز سے دنیا کی توجہ ہٹانا، اور بین الاقوامی سیاست میں اپنی اہمیت اور ساکھ کو برقرار رکھنے کی کوششیں شامل ہیں۔

پهلی فصل
أبطـــال امــت

مولوی محمد ایاز شہامت تقبلہ اللہ کی زندگی اور کارناموں کا مختصر جائزہ

محبت اور ایثار کا بلند مینار، اخلاق کی مثال اور کنڑ کے پہاڑوں کا شیر، شہید سعید مولوی محمد ایاز شہامت ولد محمد شریف، 1996میں صوبہ کنڑ، ضلع غازی آباد کے گاؤں نیشہ گام میں ایک متدین اور دیندار گھرانے میں پیدا ہوا۔ بچپن میں اس نے چھوٹے چھوٹے قدموں سے مسجد کی طرف آنا جانا شروع کیا۔ اپنے گاؤں کی مسجد کے امام سے ابتدائی دینی اور عقیدوی اسباق پڑھے، پھر ضلع شگئیکے مدرسہ ضیاء القرآن میں داخل ہوا، جہاں اس نے دینی علوم کی تکمیل کی اور دستارِ فضیلت سر پر سجایا۔

شہید شہامت (رحمہ اللہ) کی تربیت ایک دینی ماحول میں ہوئی اور اس کے ایمان کی بنیادیں مضبوط تھیں، اللہ عزوجل نے اسے بیدار اور حساس ضمیر سے نوازا تھا۔ اس نے جوانی دہلیز پر تب قدم رکھا جب اس کا وطن مغربی استعمار کے مکمل قبضے میں تھا۔ مظلوموں کی پکار، بیواؤں کی فریاد، نوجوان عورتوں کی عزت اور دینی مقدسات کی توہین نے اسے مزید آرام اور آسودہ زندگی کا انتخاب نہ کرنے دیا۔ اس نے بہت کم عمری میں جہاد اور جدوجہد کے گرم محاذوں کا رخ کیا۔ وہ صرف بارہ برس کا تھا جب اس نے استعماری طاقتوں کے خلاف بندوق اٹھائی اور زندگی کے آخری لمحے تک اس نے یہ محاذ خالی نہ چھوڑا۔

حملہ آوروں کے مقابلے کے لیے اس نے نو سال تک اپنا گاؤں اور گھر چھوڑے رکھا اور مجاہدین کے علاقے چوکی گاؤں کی طرف ہجرت کی۔ وہ ایک فعال، قابل اور بہادر مجاہد تھا۔ ایک رات اس نے اکیلے ہی لیزر کی مدد سے اربکیوں اور فوج کے چھ افراد کو ہلاک اور تین کو زخمی کیا۔ حملہ آوروں کے خلاف ہر محاذ اس نے بہادری سے سنبھالا۔ اپنے ضلع کے اکثر گھاتوں، چھاپہ مار کاروائیوں اور آپریشنز میں اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر حصہ لیا۔ داعشی خوارج کے خلاف اس کا مؤقف انتہائی سخت تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ صوبہ کنڑ کے اکثر اضلاع کی تشکیلات میں شامل رہتا، اس طرح اس نے کئی علاقوں کو ان کے وجود سے پاک کیا۔

جہادی سفر کے دوران وہ پہلی بار صوبہ کنڑ کے ضلع شیگل میں تشکیل کے ساتھ گیا۔ ضلع شیگل ان مقامات میں سے ایک تھا جہاں خوارج عملی طور پر موجود تھے۔

وہاں اس نے داعشیوں سے دو بہ دو مقابلہ کیا اور کئی علاقوں کو ان کے وجود سے پاک کیا۔ کچھ عرصے بعد مذکورہ آپریشنز سے واپس گھر لوٹا۔ ابھی اس نے آرام بھی نہیں کیا تھا کہ اس تھکے ماندے مجاہد کو دوبارہ جانے کا حکم ملا۔ اس بار وہ ضلع مانوگی کے علاقے ساریگل گیا، جہاں اس نے داعشی خوارج کے خلاف بہادری سے لڑائی کی۔

تیسری بار وہ ضلع واٹہ پور میں تشکیل کے ساتھ گیا۔ یہ حق کا علمبردار، جو اسلام کی پاکیزہ راہ پر مضبوطی سے قائم تھا، وہاں اس نے فتنہ گر خوارج کے خلاف عَلَمِ حق بلند کیا۔ نہ اس نے ان کے ظاہری تقویٰ کی طرف دھیان دیا، نہ ہی ان کی تندوتیزی کے خوف سے پیچھے ہٹا۔ قرآن اور سنت کی بنیاد پر اس نے خواررج کے باطل نظریات کو بے نقاب کیا۔ امت کا اتحاد اس کا عظیم مقصد تھا اور تفرقے کے خلاف وہ سخت مزاحمت کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ خوارج دینی جذبے، فکر اور عقیدے سے محروم لوگ ہیں، اس لیے حکمت، علم اور ضرورت پڑنے پر تلوار کے ذریعے ان کے فساد کا جواب دیتا تھا۔ اس کی جدوجہد محض ایک سیاسی مؤقف نہیں تھا، بلکہ ایک ایمانی فریضہ تھا جو اس نے ایک سچے اور بہادر مجاہد کی حیثیت سے ادا کیا۔

چوتھی بار وہ صوبہ کنڑ کے ضلع مانوگی کے علاقے کرنگل میں تشکیل کے ساتھ گیا۔ کرنگل میں لنڈیگل کے محاذ پر اس نے ایک داعشی مولوی کے ساتھ مخابرے پر مناظرہ کیا اور اپنے مضبوط دلائل سے اسے شکست دی۔ چونکہ اس وقت جنگ کے امیر محترم قاری ضیاء الرحمن صاحب تھے، اس کامیاب مناظرے کے بدلے انہوں نے شہید سعید کو دو ہزار افغانی انعام دیا۔

اس مجاہد (رحمہ اللہ) کا کئی محاذوں پر خوارج سے آمنا سامنا ہوا، اس نے متعدد داعشیوں کو قیدی بنایا اور ہر جگہ داعشیوں کے خلاف دعوت و تبلیغ جاری رکھی۔ اس کے خاندان میں بھی بڑی تعداد میں مجاہدین تھے۔ جب وہ خوارج کے خلاف تشکیل پر جاتا تو اس کے گھر سے پانچ افراد تشکیل میں شامل ہوتے، جن میں اس کا بھائی، ایک کزن، اور دو بھتیجے شامل تھے۔ اس نے حملہ آوروں کے خلاف بھی محاذ گرم رکھا۔ اس کے خاندان سے چھ افراد شہید ہوئے، اور اس کا بھائی محمد بشیر ہارون بھی ایک کمانڈر تھا۔

بالآخر یہ خوش اخلاق اور خوش مزاج مجاہد صبح سویرے گھر سے اپنی ڈیوٹی کی طرف روانہ ہوا، وہ ساتویں بٹالین کی پہل پلٹن کا کمانڈر تھا۔ وہ ضلع چوکی کی بیس بابڑو کی

طـرف جـا رہـا تھـا کـہ راسـتے میـں فتنـہ گـر داعشـیوں کـی نصـب کـردہ بـارودی سرنـگ کـے دھماکـے میـں شـہادت کـے اعلیٰ مقـام پـر فائـز ہـوا۔ اس کـے تیـن سـاتھی زخمـی ہوئـے، جـن میں سے ایک مجاہد اب تک معذور ہے۔ نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ

تاریخ شہادت: اتوار، ۲۸ اگست ۲۰۲۲ء، ۹ بجے صبح

نوجوان شہید طالب علم سمیع اللہ (امر اللہ) تقبلہ اللہ کی زندگی اور کارناموں پر مختصر نظر

پاکیزہ صف اور متقی مجاہدین کے قافلے سے نکلنے والے جوان شہید سعید سمیع اللہ (امر اللہ) تقبلہ اللہ ولد حاجی قاسم جان مرحوم نے، صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے گاؤں توری خیل کے ایک مجاہد، متدین اور معزز خاندان میں 1998ء میں اس فانی دنیا میں آنکھیں کھولیں۔

انہوں نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز اپنے بھائی مرحوم مولوی عبدالمتین "رشیدخیل" سے کیا، پھر چلوزئی کے مدرسے میں داخلہ لیا، لیکن امر اللہ تقبلہ اللہ نے تعلیم کے دوران ہی اس فانی دنیا کو خیرباد کہا اور اپنی آخری خواہش یعنی شہادت سے جا ملا۔

شہید سمیع اللہ تقبلہ اللہ امارت اسلامیہ کی قیادت اور شہید مولوی حبیب الرحمن "فتح اللہ" کی سربراہی میں "الہی کاروان" گروپ کا ایک فداکار، مخلص اور پرعزم مجاہد تھا۔ بچپن سے ہی اسے مجاہدین سے محبت تھی اور وہ اس وقت سے اسلحہ صاف کرنے، بارود اور سازوسامان کو ترتیب دینے، رات کے قیام کے انتظامات اور دیگر خدمات کے ذریعے جہاد کے مبارک عمل میں حصہ لیتا تھا۔

جوانی میں قدم رکھتے ہی اس نے جہاد کے عملی محاذ میں شمولیت کے لیے اپنے لیے بڑے شوق اور اخلاص کے ساتھ راستہ بنایا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر پوری متانت اور بہادری سے جہادی محاذوں کی حفاظت کی۔

اب وقت آ گیا تھا کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں اپنی طاقت کو مزید مضبوط کرے، ہدف کا درست نشانہ لے اور جنگی حربوں پر عبور حاصل کرے۔ اسی لیے اس نے تیاری کے لیے مشکل اور پیچیدہ راستوں پر، سخت حالات میں تیرا کا سفر کیا اور ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کے کیمپ میں فرضِ اعداد کی ادائیگی کی خوش قسمتی حاصل کی، جہاں اس نے 42 روزہ تربیتی کورس مکمل کیا۔

تربیت کے بعد اس نے فوراً ایک اور مشکل اور پیچیدہ سفر کی تیاری کی۔ مغرب کی طرف سے تیار کیا گیا ایک منصوبہ، جو اسلام کا نام استعمال کرنے والے خوارج پر مشتمل تھا، صوبہ ننگرہار میں روز بروز گاؤں، وادیوں اور اضلاع کو اپنے ناپاک قدموں تلے روند رہا تھا۔

قومی سفید ریش بوڑھوں اور بزرگوں کو بموں سے اڑایا جا رہا تھا، مومن اور عزت دار مسلمانوں کی بہنوں/ماؤں کی بے عزتی کی جا رہی تھی، لوگ اپنے گھروں سے بھاگنے پر مجبور تھے، پورے صوبے پر ایک مہلک خاموشی چھائی ہوئی تھی، زندگی کے رنگ اور لذتیں ختم ہو گئی تھیں، اور ننگرہار کے پہاڑوں کا ہر پتھر اور پودا مجاہدین اور مظلوم عوام کے خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ ان حالات نے سمیع اللہ تقبلہ اللہ کو آرام نہ لینے دیا اور وہ خوارج کے مقابلے کے لیے صوبہ ننگرہار میں تشکیل میں روانہ ہوا۔

وہاں اس نے ڈیڑھ ماہ تک داعش کے ساتھ دو بدو جہادی جدوجہد کی اور کئی علاقوں کو ان کے وجود سے پاک کیا۔ جب تشکیل ننگرہار سے واپس روانہ ہوئی تو ازرہ میں داعش کے ایک کمانڈر "امارتی" کے ساتھیوں سے مقابلہ ہوا اور انہیں گھیر لیا۔ کچھ محاصرے اور لڑائی کے بعد امارتی ننگرہار فرار ہو گیا، اس کے کچھ ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور کچھ مارے گئے۔ اس غیر متوقع واقعے سے سمیع اللہ جان صحیح سالم نکل آئے۔

اس خونریز واقعے کے بعد شہید سمیع اللہ اپنے آبائی علاقے لوگر واپس آ گئے اور ایک بار پھر لوگر کے محاذوں پر جدوجہد جاری رکھی۔ بالآخر 9 اکتوبر 2015ء کو، جب اس نے سارا دن اسلامی محاذ کی حفاظت میں گزارا، داخلی کرائے کے فوجیوں کے اچانک حملے میں شہید ہو گیا۔ اس کا بابرکت جسد ضلعی ہیڈکوارٹر منتقل کیا گیا۔

نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ۔

شہید محمد جاوید سرحدی کے بعد سمیع اللہ جان تقبلہ اللہ اس جہاد پرور خاندان کا دوسرا شہید تھا، جس نے اپنا پاکیزہ خون کلمہ طیبہ کی سربلندی اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے نچھاور کیا۔ تقبلہ اللہ۔

چونکہ شہید سمیع اللہ امر اللہ اعلیٰ اخلاق سے مزین مجاہد تھا، اسی لیے اس کی یادیں بھی اتنی ہی عظیم ہیں۔ ایک دن توری خیل گاؤں میں حملہ آوروں نے داخلی کرائے کے فوجیوں کی مدد سے وحشیانہ چھاپہ مارا اور رات کے وقت پورے گاؤں کو حملہ آوروں اور ان کے غلاموں نے گھیر لیا، جبکہ فضا مختلف طیاروں سے بھری ہوئی تھی۔ صبح ہونے پر شہید سمیع اللہ جان نے اپنا اسلحہ اٹھایا اور دشمن کی طرف بڑھا۔ دشمن عام طور پر گاؤں کے ایسے گھروں میں پوزیشن لیتا تھا جو بلند اور محفوظ ہوتے تھے، اور عام لوگوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتا تھا تاکہ مجاہدین انہیں نشانہ نہ بنائیں۔

لیکـن شـہید سـمیع اللـہ جـان نـے بـڑی احتیـاط سـے اکیلـے ان کـے قریـب گھـات لگائـی اور بہتریـن حکمـت عملـی سـے اچانـک حملـہ کیـا، جـس کـے نتیجـے میـں ایـک حملـہ آور کـو جہنـم کی ابدی کھائی میں بھیجا اور ایک داخلی اسپیشل فورس کے فوجی کو زخمی کیا۔

حملـہ آوروں اور ان کـے غلامـوں نـے سـمجھا کـہ بـڑی تعـداد میـں مجاہدیـن نـے حملـہ کیـا ہـے، اسـی لیـے وہ ہـر طـرف ہلکـے اور بھـاری اسـلحے سـے فائرنـگ کـر رہـے تھـے۔ شـہید سـمیع اللـہ اس طرح واپس آیا کہ اس نے غازی کا لقب حاصل کر لیا۔

اس نوجوان شـہید کـو شـاعری سـے بھـی شـغف تھـا اور اس نـے اپنـے خانـدان کـے پہلـے شـہید سرحـدی اور دیگـر سـاتھیوں کـے لیـے ایـک نظـم بھـی بنائـی اور اپنـی سریلـی آواز میـں گنگنایـا۔ لیکـن اس کـی زندگـی شـام کـے زرد سـورج کـی مانـند مخـتصر تھـی اور وہ جلـد ہـی شـہیدوں کـے رنگین قافلے میں شامل ہو گیا۔

نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ۔

دوسری فصل
خـوارج العـصر

عالمِ اسلام اور فتنہ تکفیر!

تحریر : نعمان سعید

عـالمِ اسلام کـی تاریـخ میـں مسـلمانوں کـی تکفیـر کرنـا اور اسـی سـوچ کـی بنیـاد پـر ان کـے خلاف جنـگ اور قتـلِ عـام کوئـی نئـی بـات نہیـں ہـے؛ یـہ ایـک قدیـم سلسلہ ہـے، جـس کـی تاریخـی مثالیـں وہ خـوارج ہیـں جنہـوں نـے امیرالمؤمنیـن حضرت علیؓ کـے خلاف بغـاوت کـی، لوگوں کی تکفیر کی اور مسلمانوں کو قتل کیا۔

یـہ خـوارج نـہ صرف حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کـے درمیـان مصالحـت اور ثالثـی کـو کفـر مانتـے تھـے، بلکـہ کبیـرہ گنـاہ کرنـے والـوں اور عـام مسـلمانوں کـو بھـی مرتـد قـرار دے کـر ان کا قتـل لازم سـمجھتے تھـے۔ ان کا اسـتدلال قـرآن کریـم کـی ظاہـری آیـات پـر ہـی مبنـی نہیـں تھا بلکہ اپنی خود ساختہ تفاسیر اور ذاتی خیالات پر تھا۔

ان خـوارج کـو قـرآن کـی تلاوت سـے خـاص لـگاؤ تھـا، اس وجـہ سـے صحابـہ کـے زمانـے میـں لـوگ انہیـں ”قـراء قـرآن“ بھـی کہتـے تھـے۔ جـب انہـوں نـے بصرہ پـر قبضـہ کیـا تـو تقریباً چھ ہزار افراد کو انہوں نے قتل کیا، اس واقعے کو ”بصرہ پر قاریوں کا قبضہ“ کہا گیا۔

بصرہ کـے بعـد خـوارج کـے ایـک مشـہور سردار ضحـاک نـے کوفـہ پـر حملـہ کیـا اور وہـاں بھـی قبضـہ کیـا۔ وہ جامع مسـجدِ کوفـہ میـں داخـل ہـوا، تلـوار اٹھـا کـر اپنـے ہـزاروں مسلح افـراد کـے سـامنے اعلان کیـا کـہ کوفـہ کـے تمـام لوگـوں کـو ایـک ایـک کـر کـے میـرے سـامنے آ کـر اپنـے کفـر سـے توبـہ کرنـی ہوگـی، ورنـہ میـں یہـاں بھـی بصرہ کـی طـرح تمـام لوگـوں کـو مـار ڈالـوں گا۔ ضحـاک چاہتـا تھـا کـہ بصرہ جیسـی وحشـت کوفـہ میـں بھـی دہرائـے؛ مگـر امـام ابـو حنیفـہ رحمـہ اللـہ کـی صبر، حکمـت اور تدبیـر نـے ضحـاک کـے منصوبـے کـو نـاکام بنایـا، ورنـہ کوفـہ میـں بصرہ جیسی تباہی ہو جاتی۔

مولانـا مناظـر احسـن گیلانـی رحمـہ اللہ نـے اس واقعـے کی تفصیل اپنی کتـاب ”امام ابو حنیفہؒ کی سیاسـی زندگی“ میں بیان کی ہے؛ خلاصہ یہ ہے کہ اعلان کے بعد امام ابو حنیفہؒ گھر سے نکلے، مسجد گئے اور ضحاک کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ تم نے کوفہ کے لوگوں کے قتل کا حکم کیوں دیا؟ ضحاک نے کہا: کیونکہ یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔

امام صاحب نے فرمایا: مرتد وہ ہے جو اپنا دین ترک کر کے کسی اور دین کو اپنائے؛ کوفہ کے لوگ وہی ایمان رکھتے ہیں جن پر پیدا ہوئے تھے، انہوں نے اپنا دین نہیں بدلا؛ لہٰذا انہیں مرتد قرار دینا بے بنیاد ہے۔

امام ابو حنیفہ کی یہ بات ضحاک کے دل پر اثر انداز ہوئی اور اس نے کہا "أَخْطَأْنَا" (ہم غلطی پر تھے)، پھر تلوار نیچی کی اور اپنے ساتھیوں کو بھی تلواریں نیچی رکھنے کا حکم دیا، یوں کوفہ کے لوگ خوارج کے قتلِ عام سے بچ گئے۔ اس زمانے میں جب تکفیر، قتل اور قتال کا بازار بہت گرم تھا، یہ ہمارے ماضی کے چند تلخ ابواب میں سے ایک نہایت کڑوا باب ہے۔

آج اسی تکفیری فکر کی ایک نئی لہر نے عالمِ اسلام کے کئی حساس خطوں کو گھیر رکھا ہے اور اسلام دشمن قوتیں اس سے منظم انداز سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ صورتِ حال اتنی سنگین ہو چکی ہے کہ امتِ مسلمہ کے علماء، دانشور اور بہترین افراد اس سے پریشان ہیں اور کہیں بھی کوئی مسلمان فکری سطح پر اس فتنے سے محفوظ نہیں۔

معاصر خوارج اور فساد پھیلانے والے گروہ تقریباً ایک صدی قبل الجزائر میں ابھرے؛ وہاں کے تمام اسلامی تنظیموں اور تحریکوں نے "محاذِ نجاتِ اسلام" کے نام سے ایک سیاسی اتحاد بنایا اور خود کو سیکولر قوتوں کے مقابل الجزائر کی قومی سیاست میں ایک مضبوط قوت کے طور پر پیش کیا۔

یہ محاذ انتخابات میں حصہ لینے کے قابل ہوا اور پہلے مرحلے میں تقریباً ۸۰ فیصد تک ووٹ حاصل کیے، جس نے عالمی سیکولر قوتوں کو حیران کر دیا۔ ان قوتوں نے اس عمل کو روکنے کی کوششیں کیں، انتخابات معطل کر دیے گئے اور فوج نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اس کے بعد اسلامی تحریکوں کو کمزور اور توڑنے کا عمل شروع ہوا؛ اس کے لیے ہر طرح کے ظلم اور سازشیں کی گئیں۔ ایک بڑی سازش یہی تھی کہ خارجی طرزِ فکر کو جنم دیا جائے تاکہ اسلامی تحریکوں کے اندر تکفیر پھیل جائے اور آپس میں خانہ جنگی پیدا ہو۔ افسوس کہ یہ سازش کامیاب ہوئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ ایک عشرے کے اندر تقریباً ایک لاکھ بے گناہ مسلمان مار دیے گئے۔

مزید دکھ کی بات یہ ہے کہ متعدد تحقیقی اداروں اور عالمِ اسلام کے علماء سے بارہا مطالبہ کیا گیا کہ الجزائر کی خونریز جنگ کی مستند رپورٹر تیار کریں تاکہ امتِ مسلمہ

خصوصاً نوجوان نسل ایسے دسیسوں کے خلاف ہوشیار ہو؛ مگر بدقسمتی سے امت میں تحقیق، مطالعہ، دستاویز سازی اور حقیقی معلومات حاصل کرنے کا شوق ختم سا ہو گیا، اور آج تک اس بارے میں کوئی قابلِ ذکر قدم نہیں اٹھایا گیا؛ اس خاموشی اور بے عملی کے نقصان کو نسلیں جھیلتی رہیں گی۔

الجزائر کے بعد یہ تجربہ مصر، شام، عراق اور دیگر ممالک میں بھی دہرایا گیا؛ ہم نے دیکھا کہ بعض شامی اور عراقی مزاحمتی گروہ کس طرح تکفیر اور قتال کی راہ پر چلے اور خوارج کے نظریات سے ان کی کیسے پرورش کی گئی۔

افغانستان کے لیے بھی یہی منصوبہ تھا؛ مگر شکر ہے کہ امارت اسلامیہ نے بعض شعبوں میں مضبوط اقدامات کیے جن کی بدولت پیچیدہ حالات کو اپنے فائدے میں موڑ دیا گیا، مثلاً:

١. اہلِ سنت و جماعت کے علاوہ ہر طرح کے فکری، اصلاحی، شہری اور سماجی پروجیکٹس کو ختم کیا گیا۔
٢. چھوٹے، بڑے ہر قسم کے گروہوں، تنظیموں اور تحریکوں پر کنٹرول کیا گیا۔
٣. پورے ملک میں مذہبی وحدت قائم کی گئی (فقہ حنفی کو بنیاد قرار دیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے کیے جاتے ہیں)۔
٤. خوارج کے افکار، عقائد، نظریات اور تاریخ کو واضح کیا گیا۔
٥. ان کے خلاف منظم اور مؤثر آپریشن کیے گئے۔
٦. خوارج کی تمام شاخوں کے لیے علماء نے مشترکہ تعریف اور ایک حکم جاری کیا۔

الحمد للہ، اب ہم ایک اسلامی حکومت کے سایہ عاطفت میں ہیں؛ حالات پہلے سے بہتر ہیں، وسائل موجود ہیں، مواقع اور صلاحیتیں پیدا ہو رہی ہیں اور کام کرنے کی قوت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا چیخ و پکار اور حسرتوں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے؛ بحث و مباحثہ اور جھگڑوں کا وقت گزر چکا ہے؛ اب لکھاری، علماء اور تحقیقی ادارے آگے آئیں اور اس فتنے اور منصوبوں کی تحقیق، تصدیق اور دستاویز سازی کریں، تاکہ موجودہ امت اور آنے والی نسلیں اس فتنے سے محفوظ رہ سکیں۔

داعشی اپنی قیدی بیویوں کو کاروبار کا ذریعہ بنا رہے ہیں!

تحریر : المرصاد ادارہ

جب 2019ء میں باغوز کی لڑائی میں داعشی خوارج کو شکست ہوئی اور انہوں نے اپنی بیویوں کو ملحد کردوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا، تو کردوں نے ''الھول'' اور ''روج'' کے نام سے کیمپ قائم کیے۔ ان کیمپوں میں آج تک ہزاروں داعشی عورتیں اور ان کے کم سن بچے قید ہیں۔

الھول، روج اور دیگر کیمپ داعشیوں کے ماتھے پر سیاہ داغ ہیں، جسے وہ مٹانے میں ناکام رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ داعشیوں نے انہی کیمپوں کو چندہ بٹورنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور درجنوں کھاتے فعال کیے ہیں، جن کے ذریعے ''قیدی بہنوں'' کے نام پر لوگوں سے رقوم ہتھیا لیتے ہیں۔

الھول کے نام پر چندہ بٹورنے کی یہ ڈرامہ بازی اتنی رسوا ہوچکی ہے کہ اب خود داعشی ایک دوسرے کو بے نقاب کر رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ چندہ صرف وہی نہیں بلکہ دوسرے داعشی بھی اپنے ذاتی مقاصد میں خرچ کر رہے ہیں۔

بغدادی اور ہاشمی کے غلاموں کو رسوا کرنے والا چینل کے نام سے ایک میڈیا پلیٹ فارم، جو خوارج کے خلاف سرگرم ہے، نے اپنے اکاؤنٹس پر ایک ٹیلیگرام پوسٹ شائع کی۔ یہ پوسٹ داعشیوں کے اس چینل سے منسوب ہے جو '' ولایتِ شام'' میں کیمپوں کی انتظامیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پوسٹ میں کچھ داعشیوں پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ الھول اور روج کیمپوں کے نام پر رقوم جمع کرتے ہیں مگر انہیں قیدیوں تک نہیں پہنچاتے۔

اسی پوسٹ میں ایک داعشی، احمد رأس العین نامی شخص پر خاص طور پر الزام لگایا گیا کہ وہ انہی کیمپوں کے نام پر چندہ اکٹھا کرتا ہے مگر قیدیوں تک نہیں پہنچاتا۔

اس سے قبل بھی خوارج کے درمیان مالی امداد کے حصول اور تقسیم پر جھگڑے منظر عام پر آچکے ہیں۔ یہ واقعات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ خوارج ہر ممکن طریقے سے چاہے اپنی قیدی خواتین کے نام پر ہو یا جہاد کے مقدس عنوان سے؛ مسلمانوں سے رقوم بٹورنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر انہی رقوم کو اس عنوان کی بدنامی میں استعمال کرتے ہیں جس کے تحت وہ جمع کی گئی ہوتی ہیں۔

داعش کے بعد امن؛ زلزلہ متاثرین کو بروقت امداد کی فراہمی!

تحریر : احمدی

چند روز پیشتر آنے والا تباہ کُن زلزلہ، جس نے افغانستان کے مشرقی صوبے، بالخصوص کنڑ کو لرزا دیا، حالیہ برسوں میں سب سے ہلاکت خیز قدرتی آفات میں شمار ہوتا ہے۔ اس غمناک سانحے نے ہمارے بہت سے ہم وطنوں کی جانیں لے لیں اور ہزاروں دیگر زخمی ہوئے، لیکن اس تباہی اور درد کے ساتھ ساتھ، قومی یکجہتی کی داستانیں اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی بے لوث خدمت اور قربانی کے دلگداز مناظر سامنے آئے۔

زلزلے کے فوراً بعد، امارت اسلامیہ نے اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تیز اور منظم ردِعمل دکھایا۔ متعلقہ حکام کے حکم پر تمام سیکیورٹی، خدماتی، طبی، ٹرانسپورٹ اور خوراکی ٹیمیں متاثرہ علاقوں کی طرف روانہ کی گئیں۔ آفات سے نمٹنے کے قومی ادارے کے اعلیٰ ذمہ داران خود، منظم ٹیموں اور ضروری سامان کے ساتھ متاثرہ مقامات پر پہنچے۔

امریکی قبضے کے خاتمے کے بعد امارت اسلامیہ کی بڑی کامیابیوں میں سے ایک پورے ملک میں پائیدار امن قائم کرنا اور امن کے دشمنوں، خصوصاً داعش کو ختم کرنا ہے۔ ماضی میں یہ شرپسند گروہ اکثر انسانی امداد کو متاثرہ علاقوں تک پہنچنے سے روکتا تھا۔ وہ راستے بند کرتے، امدادی قافلوں پر حملے کرتے اور امدادی وسائل لوٹ لیتے۔

لیکن آج امارت اسلامیہ کی حاکمیت اور مکمل امن کی برکت سے، ملک کے کونے کونے سے، حتیٰ کہ دُور دراز صوبوں سے، بغیر کسی رکاوٹ کے امداد متاثرہ عوام تک پہنچ رہی ہے۔ اگرچہ زلزلے کی وجہ سے بعض متاثرہ علاقوں میں رابطے منقطع ہوچکے تھے، تاہم امدادی ٹیمیں کوشاں رہیں کہ مکمل تحفظ کے ساتھ اور داعش کے خطرات سے بے نیاز، دور افتادہ علاقوں تک رسائی حاصل کریں۔

امن وامان برقرار رکھنے کے حوالے سے یہ نمایاں کامیابی امارتِ اسلامی کے سیکیورٹی دستوں کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے، جنہوں نے اپنی قربانیوں سے ملک کو داعش کی دہشت گردانہ سازشوں سے پاک کر دیا۔

مشرقـی افغانسـتان میـں حالیـہ سـانحے کـے انتظامـی تجربـے نـے یـہ واضـح کیـا کـہ امـارتِ اسلامـی کـی مسـاعی سـے قائـم پائیـدار امـن نـہ صرف سـکون اور ترقـی کـی راہ ہمـوار کرتـا ہے بلکـہ بحـران کـے وقـت مؤثـر انسـانی خدمـات کـی فراہمـی کـو بھـی ممکـن بناتـا ہے۔ آج ملـک کـے انـدر ہـر قسـم کـی امـداد بنـا کسـی دہشـت و خـوف کـے ضـرورت منـدوں تـک پہنـچ رہـی ہے، اور یـہ خـود اس نظـام کـی قـوت و وقـار کـی جھلـک ہے جس نـے پـورے ملـک میـں امـن قائـم کرنـے میں کامیابی پائی ہے۔

امـارتِ اسلامـی کـے مجاہدیـن کـی ان قربانیـوں اور مسلسـل خدمـات نـے نـہ صرف ہـزاروں ہـم وطنـوں کـی زندگیـاں بچائیں بلکـہ عـوام کا حکومـت پـر اعـتماد بھـی بـڑھ گیا اور امـن کـے ذریعـے سـکون اور ترقـی میـں ان کـے کـردار کـو واضـح طـور پـر ظاہـر کـر دیـا۔ اس قدرتـی آفـت کـے انتظامـی امـور میـں امـارت کـی کامیـاب کارکردگـی ایـک ذمـہ دار اور مہربـان حکمرانـی کـی مثـال بن چکی ہے جو واقعی قابلِ ستائش ہے۔

امریکہ کے انخلا سے داعش کی تباہی تک؛ افغانستان کی استقامت کی ایک جھلک!

تحریر : عزیز

آج سے چار سال قبل، آخری امریکی فوجی افغانستان سے نکل گیا؛ وہ فوجی جو اپنے دیگر ساتھیوں کی طرح اپنے آقاؤں کے حکم پر ایک ناپاک مشن کے لیے اس ملک میں بھیجا گیا تھا، وہ مشن جس کا بنیادی مقصد اس سرزمین کے قدرتی وسائل کی لوٹ مار اور اس قوم کے پختہ عقائد کو توڑنا تھا؛ وہ قوم جس نے دنیا کی بڑی فوجی طاقتوں کے سامنے برسوں تک مزاحمت کی اور یہ ثابت کیا کہ وہ کسی سپر پاور کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے گی۔

امریکہ، جو اس قوم کے ایمان کو توڑنے کی امید میں افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا، اسلام کے محافظوں اور اس سرزمین کے سچے بیٹوں کے ساتھ بیس سال کی مسلسل جنگ کے بعد، بالآخر بھاری مالی و جانی نقصانات کی وجہ سے اسے مجبوراً یہ ملک چھوڑنا پڑا۔ افغانستان سے امریکہ کے انخلا کے بعد، وہ کٹھ پتلی جو داعش خراسان کے نام سے افغانستان میں جمہوری نظام اور قابضین کے سائے تلے پروان چڑھی تھی، زوال پزیر ہوئی۔

وہ ناپاک بیج جو گزشتہ برسوں میں افغانستان میں امریکہ کی موجودگی کی وجہ سے بویا گیا تھا، تاکہ قابضین کے وجود کو جواز فراہم کیا جاسکے اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی صفوں کو کچھ صوبوں میں کمزور کیا جائے؛ وہ نفرت انگیز گروہ جو پردے کے پیچھے مغرب کی حمایت، اور بالخصوص قابض امریکہ کی مدد سے، اپنی تمام تر کوششیں سونپے گئے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے استعمال کرتا رہا۔

داعش نے اپنے ظہور کے وقت افغانستان میں، دیگر ممالک کی طرح تیزی سے ترقی کی اور خفیہ تعاون کی بدولت کچھ صوبوں میں قابل ذکر علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن جلد ہی، جب امریکہ افغانستان سے بھاگا، وہ بھی دیگر امریکی اور مغربی منصوبوں کی طرح یتیموں کی طرح اکیلا چھوڑ دیا گیا اور اس قوم کے سچے بیٹوں کے ہاتھوں اپنے کرتوتوں کی سزا پانے لگا۔

ابتدا میں اگرچہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ امریکہ نے داعش کے منصوبے کو اس لیے زندہ رکھا تاکہ اسلامی نظام دوبارہ افغانستان میں واپس نہ آ سکے اور ملک بدعنوانی اور تباہی کی دلدل میں ڈوبا رہے، لیکن اس سرطانی گروہ کے خلاف امارت اسلامیہ کی فیصلہ کن لڑائی اور اسے افغانستان سے ختم کرنے نے امریکہ کے تمام منصوبوں کو ناکام بنا دیا۔

جی ہاں! ان کی توقعات کے برعکس، داعشی خوارج کو افغانستان میں اس طاقت کا سامنا کرنا پڑا جس نے اپنی تاریخ میں دنیا کی بڑی طاقتوں کو شکست دی تھی؛ ایسی طاقت جس نے کم عسکری وسائل کے باوجود، پختہ ایمان اور عقیدے کے ذریعے بہت سے دشمنوں کو شکست دی۔

یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ اس سلسلے میں افغان عوام کا کردار، جو امارت اسلامیہ کے سیکیورٹی اداروں اور خصوصی فورسز کے ساتھ تعاون میں تھا، کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا؛ اس تعاون نے داعش کے گمراہ ارکان کو اس سرزمین پر محفوظ پناہ گاہیں حاصل کرنے نہ دیں اور وہ اس سرزمین سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

نتیجتاً، افغانستان کے تجربے نے یہ دکھایا کہ کوئی بھی غیر ملکی طاقت یا اس سے وابستہ گروہ اس سرزمین کے لوگوں کی ارادے اور ایمان پر غلبہ نہیں پا سکتا؛ افغانوں کی مزاحمت اور استقامت نے، امارت اسلامیہ کے درست نظم و نسق کے ساتھ مل کر، یہ ثابت کیا کہ ہر وہ منصوبہ یا سازش جو عقائد کو کمزور کرنے اور قوم کی شناخت کو مٹانے کی بنیاد پر ہو، ناکامی سے دوچار ہوتی ہے اور اس کا مقدر فنا اور تنہائی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ عظیم کامیابی نہ صرف اس قوم اور ان قوتوں کی طاقت کی عکاسی کرتی ہے جو اس سرزمین کے دل سے ملک کی خودمختاری اور سیکیورٹی کے تحفظ کے لیے اٹھی ہیں، بلکہ یہ افغانستان کے تمام دشمنوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے: نفوذ اور افراتفری پیدا کرنے کی ہر قسم کی کوشش قوم اور اس کی سیکیورٹی فورسز کے ایمان اور اتحاد کے سامنے ناکام ہو جائے گی۔

امریکہ اور داعش کا زوال؛ افغانستان میں امن کے نئے باب کا آغاز!

تحریر : احسان ساجدی

31 اگست 2021 وہ دن تھا جب آخری امریکی فوجی نے افغانستان سے انخلا کیا۔ یہ کوئی معمولی فوجی انخلا نہیں تھا، بلکہ دو دہائیوں کے قبضے کا خاتمہ، ایک طویل جنگ کا اختتام، اور افغانستان کے سیاسی مستقبل کے لیے ایک نیا مرحلہ تھا۔ اس دن، امارت اسلامیہ نے ایک بار پھر ملک پر مکمل اقتدار حاصل کیا۔

قبضے کا خاتمہ اور آزادی 2001 کے اکتوبر کے حملوں کے بعد، افغانستان پر عالمی اتحاد کی قیادت میں قبضہ ہوا اور اسلامی حاکم نظام کو تباہ کر دیا گیا۔ وہ اپنا مغربی کٹھ پتلی نظام اور اپنے نظریات یہاں مکمل طور پر نافذ کرنا چاہتے تھے، لیکن یہ کوشش بیس سال تک جاری رہی، جس نے لاکھوں افغانوں کو متاثر کیا، ہزاروں جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو شہید، معذور اور اپاہج کیا، اور افغانستان کے بنیادی ڈھانچے، معیشت اور سیکیورٹی کو جڑ سے ہلا کر رکھ دیا۔

امریکی فوجیوں کا انخلا افغانستان کے لیے ایک حقیقی آزادی تھی، کیونکہ اب یہاں کوئی غیر ملکی فوجی موجود نہیں ہے اور مکمل اقتدار امارت اسلامیہ کے ہاتھ میں ہے۔ طالبان، جنہیں برسوں تک دہشت گرد کہا جاتا رہا اور جن کے خلاف ہر قسم کے ہلکے اور بھاری ہتھیار استعمال کیے گئے، لیکن چونکہ وہ اس ملک کے سچے بیٹوں میں سے ہیں اور اللہ کے راستے اور قبضے کے خاتمے کے لیے اپنی جانیں قربان کر چکے تھے، اس لیے الٰہی نصرت ان کے ساتھ رہی۔ اب وہ اقتدار پر براجمان ہیں اور مقدس شرعی نظام نافذ کر چکے ہیں۔

قابض امریکہ نے افغانستان میں نہ صرف انسانی وقار کو پامال کیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ داعش کے منصوبے کو ہر طرح سے مالی اور عملی طور پر تیز کرنے کی کوشش کی۔ داعشی خوارج، جو بنیادی طور پر ایک مغربی اور کافر منصوبہ ہے اور ہمیشہ سے اسلام کے سچے سپاہیوں اور مجاہدین کے جہاد کے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا رہا، اس نے افغانستان میں بھی اس عمل کو بڑے پیمانے پر جاری رکھا اور امارت

اسلامیہ کے مجاہدین کے سامنے رکاوٹیں اور چیلنجز پیدا کیے۔
داعش، جو مغرب (خاص طور پر امریکہ) کے مکمل اور ہر طرح کے تعاون سے مستفید تھی، اسے امارت اسلامیہ کے دوبارہ اقتدار اور امریکہ کے انخلا کے بعد شدید دھچکا لگا اور اس کی سرگرمیاں بڑی حد تک رُک گئیں۔ امارت اسلامیہ کے اقتدار سے پہلے، داعش کو ہر قسم کی رسد اور مالی امداد غیر ملکیوں کی طرف سے فراہم کی جاتی تھی اور اسے وسیع تعاون حاصل تھا۔ اس گروہ کے جنگجو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ایک علاقے سے دوسرے علاقے منتقل کیے جاتے تھے، ہر قسم کا اسلحہ دیا جاتا تھا، لاکھوں ڈالر نقد امداد دی جاتی تھی، مدارس، مساجد، یونیورسٹیوں، دیہاتوں اور قصبوں میں اس کے لیے پراپیگنڈے اور سرگرمیوں کی وسیع گنجائش فراہم کی جاتی تھی، میڈیا اس کے کنٹرول میں تھا، اور وہ جو بھی سرگرمی چاہتا تھا، بغیر کسی خطرے کے انجام دیتا تھا۔
داعشی گروہ نے مغرب کے مضبوط تعاون کے ساتھ اس ملک کے عوام پر ہر طرح کے ناقابل تلافی مظالم اور زیادتیاں کیں، ایسی زیادتیاں کہ شاید بہت سے کفار بھی ان کو کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ بچوں کو گہواروں میں چھریوں سے ذبح کیا گیا، قبیلے کے سرداروں اور سفید ریش بزرگوں کو سب کے سامنے بارودی سرنگوں پر بٹھا کر دھماکوں سے اڑایا گیا، جوانوں کے سر کاٹ کر بازاروں میں نمائش کے لیے پیش کیے گئے، عورتوں کو جنسی غلامی میں لیا گیا، مساجد، مدارس، اسکولوں اور یونیورسٹیوں کو بارودی سرنگوں سے اڑایا گیا، شادیوں اور خوشیوں کو ماتم اور غم میں بدل دیا گیا، اور کوئی ایسی ناپاک اور گھناؤنی حرکت نہیں بچی جسے داعش نے انجام نہ دیا ہو۔
لیکن الحمدللہ، امارت اسلامیہ کے دوبارہ اقتدار کے ساتھ، بیس سالہ قبضہ ختم ہوا اور داعش کی کمر ٹوٹ گئی، خاص طور پر جب آخری امریکی فوجی 31 اگست 2021 کو اس ملک سے نکلا۔ داعش نے ایک طرف تو عملی میدان میں اپنا اصلی معاون اور سپلائر کھو دیا، کیونکہ جب بھی یہ گروہ امارت اسلامیہ کے دباؤ میں آتا تھا، چند منٹوں میں امریکی طیارے اور فوجی اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتے تھے۔ دوسری طرف، امارت اسلامیہ نے اپنے تیز رفتار اقدامات سے اس گروہ کی جڑیں کاٹ دیں اور اس کی سرگرمیوں کو روک دیا۔
چونکہ امارت اسلامیہ حق کے راستے پر چلنے والی، عوام کی سچی نمائندہ، اور عوام کی مکمل حمایت اور الہی نصرت سے مستفید ہے، اس لیے اس نے اپنے مضبوط اقدامات سے

بہت کم وقت میں داعش کے رہنماؤں اور ارکان کو ختم کیا، اس کے مالی وسائل منقطع کیے، اس کے بھرتی کرنے کے عمل کو روکا، اس کے پروپیگنڈے کے راستوں کو ناکارہ کیا، اور بالآخر وہ سب کچھ کیا جس سے یہ گروہ اب صرف نام کا رہ گیا ہے۔

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ امارت اسلامیہ کا دوبارہ اقتدار، مغربی بیس سالہ قبضے کا خاتمہ، امارت اسلامیہ کے مضبوط اقدامات، الہی اور عوامی نصرت، یہ سب وہ عوامل ہیں جنہوں نے داعش کی سرگرمیوں اور اس کے اثر کو ختم کیا اور اس ملک میں برسوں بعد مکمل امن و خوشحالی کو یقینی بنایا۔

تیسری فصل
دینـی اور جهـادی تحریریں

۲۴ اسد؛ اسلامی حکومت سے بیعت کا عہد!

تحریر : عزیز احمد

۲۴ اسد افغانستان کی معاصر تاریخ کا ایک اہم سنگِ میل ہے۔ اسی تاریخی دن افغانستان کا تھکا اور بوجھل دل ایک نئی دھڑکن سے زندہ ہوا۔ اس ناقابلِ فراموش دن، افغانستان کی غیور عوام نے برسوں کے جہاد، مزاحمت اور استقامت کے بعد ایک بار پھر اسلامی حکومت کے ساتھ بیعت کا عہد کیا۔ یہ عہد قلم اور کاغذ پر نہیں، بلکہ شہیدوں کے خون اور اللہ جل جلالہ کے بندوں کے پختہ عزم کے ساتھ ثبت ہوا۔

اس روز کابل اتحاد اور ایمان کا ایک دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ وہی گلیاں اور راستے، جو کبھی غلامی، غیرملکی قبضے اور تقسیم کی علامت تھے، اب اُن ثابت قدم قدموں کے گواہ تھے جنہوں نے آزادی اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اُس دن کی دوپہر کی اذان آسمانی صدا کی مانند تھی، جو ایک نئے دور کی نویدِ صبح سنا رہی تھی۔

یہ تجدیدِ بیعت افغانستان کو اُس کے اصل رخ کی طرف واپس لے آئی، جیسے بکھرا ہوا پانی دوبارہ یکجا ہو جاتا ہے، ویسے ہی یہ ملت بھی اسلام کی آغوش میں لوٹ آئی۔ آج جب ہم اس دن کو یاد کرتے ہیں تو اسی پاکیزہ بیعت پر زور دیتے ہیں، کیونکہ عزت اور سربلندی کا حقیقی مفہوم صرف اسلامی حکومت کے سائے میں ہی مکمل ہوتا ہے۔

اسی تاریخی بیعت کی برکت سے افغانستان آج سماجی زندگی کے تمام میدانوں میں گہری اور انقلابی تبدیلیوں سے گزر رہا ہے؛ مدارس اور جامعات، جو آج ایک باعزم اور متعہد نسل کی تربیت گاہیں بن چکی ہیں، سے لے کر بازاروں اور اقتصادی مراکز تک، جو «لا إله إلا الله» کے مقدس پرچم تلے اپنے امور سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ سب اس ملت کے راسخ ارادے کی نشانیاں ہیں کہ وہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے، جو اسلامی اصولوں پر استوار ہو۔ یہ مبارک انقلاب، جس کی جڑیں ۲۴ اسد سے پھوٹتی ہیں، آج ثمر آوری کے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے اور دن بدن نئے مراحل طے کر رہا ہے۔

یہ تاریخی دن نہ صرف غیر ملکی کے خاتمے کی علامت تھا، بلکہ قومی خوداعتمادی کے ایک نئے دور کا آغاز بھی تھا۔ آج جب ہم گزشتہ چار برسوں پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف

دکھائی دیتا ہے کہ اس ملت نے اُس اٹوٹ عہد پر بھروسہ کرتے ہوئے تمام سازشوں اور عالمی دباؤ کا مقابلہ کیا، وہ مزاحمت جس کا عملی ثبوت ہمیں زمینی سالمیت کے تحفظ، خود مختار فیصلوں اور علاقائی ترقی کی جستجو میں ملتا ہے۔ یہ سب اسی روح کا ثمر ہے جو ۲۴ اسد کو ظاہر ہوئی تھی۔

آج امتِ مسلمہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس عظیم کامیابی اور امانت کی حفاظت کریں، باہمی اتحاد اور اسلامی حکومت کے بنیادی ڈھانچے کو مضبوط کرکے اس سفر کو جاری رکھیں۔ وہ نسل جس نے اس تاریخی بیعت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اسے چاہیے کہ ان اقدار کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرے۔

ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ یہ بیعت محض ایک نعرہ نہیں تھا، بلکہ ایک اٹوٹ عہد تھا؛ ایسی ریاست کی تعمیر کے لیے جو قرآنِ عظیم الشان اور سنتِ نبوی ﷺ کی رہنمائی پر قائم ہو، وہ راستہ جو ہمارے عظیم شہداء نے اپنے خون سے ہموارکیا اور جسے ہمیں علم و عمل کی روشنی میں آگے بڑھانا ہے۔

شہادتوں کی سرزمین ہے… یہ سروں کے نذرانوں کی سرزمین ہے!

تحریر : نعمان سعید

امارت اسلامیہ افغانستان کے انٹیلی جنس کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل، الحاج تاج میر جواد صاحب حفظہ اللہ کی نئی تقریر سنی۔ یہ تقریر انہوں نے گزشتہ روز پکتیا کے ضلع سید کرم میں شہداء کی یاد میں منعقدہ ایک عظیم الشان جہادی اور عوامی اجتماع میں کی۔

تقریر تقریباً 20 منٹ کی ہے، جو موجودہ وقت کے تناظر میں بہت اہمیت اور قدر کی حامل ہے، کیونکہ یہ تمام پہلوؤں کا واضح جواب ہے۔

میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں لکھتا، کیونکہ یہ تقریر ہمارے تجزیے اور رائے سے بالاتر ہے۔ یہ ایک ایسی تقریر ہے جو امارت اسلامیہ کے ایک رہنما کی امارت کے نظریاتی، دینی، تاریخی، عسکری اور نفسیاتی پہلوؤں کے گہرے ادراک اور پختہ تعبیر پر مبنی تقریر ہے، جس کے لیے اسی طرح کے تجزیہ کار کی ضرورت ہے۔

بہرحال! موجودہ وقت کی اہمیت کے پیش نظر مجھے مجبوراً اپنے سطحی خیالات اور سادہ اندازِ تحریر کے ذریعے کوشش کرنی پڑ رہی ہے کہ اس تقریر کے اہم حصوں کو الگ الگ پیراگرافس میں تقسیم کروں اور پھر ہر پیراگراف کو دینی، تاریخی، عسکری اور نفسیاتی جنگ کے فریم ورک میں رکھ کر اس میں موجود پیغامات کو واضح کروں۔

پہلا پیراگراف

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ہم اور آپ ایک باعزت اجتماع میں اور جہاد و جدوجہد کے ایک مستحکم مورچے میں شریک ہیں اور یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔"

تقریر کا یہ حصہ اللہ جل جلالہ کے شکر پر مشتمل ہے، جو کہ ایک اسلامی اصول ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی عطا ہے۔ پھر "جہاد، جدوجہد اور مورچہ" کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ انتہائی بلند دینی اقدار ہیں اور مسلمانوں کے دفاع اور دین کی سربلندی کے لیے جہاد سب سے اہم اور بہترین عمل ہے۔

یہ اصطلاحات ماضی کی ان جدوجہدوں کے تسلسل کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو ہمارا دینی اور تاریخی ورثہ ہیں اور مجاہدین کو یہ احساس دلاتی ہیں کہ آپ ایک "مقدس"

مشن میں ہیں اور اس پر رہنا چاہیے۔ یہ ایک مجاہد کے لیے فکری استقامت کو مضبوط کرنے کا اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

اجتماع کو "مورچہ" سے تشبیہ دی گئی ہے، جو ایک مضبوط علامت ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ صرف ایک سادہ اجلاس نہیں بلکہ ایک اہم جدوجہد ہے، یہ کوئی معمولی فکری یا سماجی سرگرمی نہیں بلکہ اسے عسکری حیثیت حاصل ہے، جسے عسکری محاذ کی طرح اہمیت دی جانی چاہیے۔

دوسرا پیراگراف

"ہمارے اور آپ کے باپ دادا نے سوویت، انگریزوں اور دیگر جارح اور جابر سلطنتوں کے ساتھ لڑائیاں کیں اور اس طرح انہوں نے ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے افغانستان کی بقا کو یقینی بنایا۔"

تقریر کا یہ حصہ ظاہر کرتا ہے کہ ہماری لڑائیاں اور جدوجہد قومی نہیں بلکہ دینی تھیں، جن کا بنیادی اور مقدس مقصد اسلام کے مقدس دین اور مسلمان قوم کے پاکیزہ تشخص کی بقا تھا۔

انگریزوں اور سوویت یونین کے قبضے کے خلاف جدوجہد کا ذکر افغان جدوجہد کے عظیم الشان تاریخ کی طرف اشارہ ہے، جو نسلوں کے درمیان تسلسل کے احساس کو مضبوط کرتا ہے اور یہ پیغام دیتا ہے کہ آج کی جدوجہد اور جہاد ہماری ماضی کی جدوجہد کا تسلسل ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی دوبارہ غلطی دہرائے گا تو یہ تسلسل جاری رہے گا، کیونکہ جہاد اور جدوجہد ہمارا دینی اور قومی تشخص ہے۔

تیسرا پیراگراف

"شہادت کے ذریعے ایک مسلمان یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کے لیے اسلام ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہے..."

تقریر کا یہ حصہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک مقدس جذبے (شہادت) کی قدر کے گرد گھومتا ہے اور کئی نکات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایک یہ کہ اسلام کے لیے اپنی جان قربان کرنا سب سے بلند قدر ہے، جس سے مجاہد کو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ جہاد اور شہادت کے درمیان تعلق کو واضح کرتا ہے۔ اسی طرح ان مجاہدین کی قربانیوں کی قدر و اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جنہوں نے اپنی جانیں قربان کیں اور تاریخ کے صفحات میں اسلامی اقدار کی پائیداری کی علامت بن گئے۔

اسی طرح یہ تمام دشمنوں کو جو ناپاک عزائم رکھتے ہیں، ایک واضح پیغام دیتا ہے کہ آپ کا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہے جو دنیا پر نہیں بلکہ موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔
یہ جدوجہد کرنے والوں کے لیے سب سے مضبوط اخلاقی سہارا ہے، کیونکہ وہ عسکری قوت جو موت سے نہیں ڈرتی، اسے شکست دینا مشکل ہے۔

چوتھا پیراگراف

"یہ شہادتوں کی سرزمین ہے... یہ سروں کے نذرانوں کی سرزمین ہے۔"
تقریر کا یہ حصہ اس وطن کی عظیم الشان تاریخ کا ذکر کرتا ہے اور جدوجہد کی تقدیس کو بیان کرتا ہے، یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سرزمین اللہ کی راہ میں سروں کی قربانی کا اعزاز رکھتی ہے اور کوئی یہ نہیں سوچتا کہ ہم اپنی اقدار اور ان کے دفاع کے لیے قربانیوں سے دریغ کریں گے۔
اسی طرح تقریر کا یہ حصہ ایک تاریخی فریم ورک پیش کرتا ہے کہ اس سرزمین کا تحفظ ہمیشہ قربانیوں سے کیا گیا ہے اور افغان افتخار، آزادی، اور نہ جھکنے کا پیغام دیتا ہے، اور اپنی فوج کو پیغام دیتا ہے کہ آپ ان قربانیوں کے وارث ہیں اور ہر ظالم و جابر کے سامنے اسی راستے پر آپ کو چلنا ہے۔

پانچواں پیراگراف

"ہمارے اور آپ کے دشمنوں نے جب سخت شکست کھائی تو انہوں نے فکری اور نفسیاتی جنگ کی طرف رخ کیا۔"
اس حصے میں دشمنوں کے ساتھ جدوجہد کا ایک اور اہم باب بیان کیا گیا ہے اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اگر ہمارے دشمن عسکری جنگ میں ناکام ہوئے تو وہ اب نفسیاتی جنگ میں مصروف ہیں۔ یہ ایک طرح کا ٹیکٹیکل اشارہ بھی ہے کہ ہر طاقت عسکری شکست کے بعد لازماً فکری حملہ کرتی ہے، لہٰذا پروپیگنڈے کے اثر سے بچنا چاہیے اور فکری جدوجہد پر پوری توجہ دینی چاہیے۔

چھٹا پیراگراف

"واللہ العظیم، مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس شرعی نظام کے تحفظ کی راہ میں ذرہ ذرہ ہو جاؤں..."
تقریر کا یہ حصہ بہت دلچسپ ہے۔ یہ قسم اور عہد کی تجدید صرف قسم نہیں بلکہ

عوام اور ساتھیوں سے کیے گئے وعدوں کی پاسداری، شہادت کی خواہش، نظام کی بقا، استحکام، دوام اور اسلامی احکام کے نفاذ کے بارے میں ان کے پختہ موقف کی عکاسی ہے۔ یہ دینی شدت ایک مضبوط ایمان کی بڑی نشانی سمجھی جاتی ہے۔

اسی طرح یہ عہد اور قسم ان کے رہنما کے اصل تشخص کو ظاہر کرتی ہے کہ اگر اپنے آپ کو ذرہ ذرہ کرنا پڑے تب بھی وہ اپنے راستے سے نہیں ہٹیں گے اور دشمن کو پیغام دیتے ہیں کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے رہنما بھی اپنی قربانی دینے کو تیار ہے اور ساتھیوں کو کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ قربانی کی پہلی صف میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔

ساتواں پیراگراف

"ہم ہر اس چیز کے مقابلے میں مضبوطی سے کھڑے ہوں گے جو ہمارے نظام کی بقا اور استحکام کو چیلنج کرتی ہے..."

تقریر کا یہ حصہ ایک بہت اہم بات واضح کرتا ہے کہ امارت اسلامیہ ایک مکمل اسلامی نظام ہے، وضعی نظاموں اور ان کے نظریات کے مقابلے میں سخت موقف رکھتا ہے اور اس نظام کے خلاف ہر قسم کی کوشش کو دشمنی، حملہ اور بقا کے لیے خطرہ سمجھا جائے گا۔ یہ سب کو پیغام دیتا ہے کہ اس نظام کے دفاع، استحکام اور نفاذ کے سلسلے میں کسی داخلی یا خارجی دباؤ کے سامنے جھکیں گے نہیں اور ہر خطرے کا مضبوط اور طاقتور جواب دیں گے۔

آٹھواں پیراگراف

"یہ کہ آپ کے جوانوں، آپ کے بیٹوں اور آپ کے دل کے ٹکڑوں کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے لیے منتخب کیا تھا..."

تقریر کے اس حصے سے تمام چلے جانے والے ساتھیوں اور ان کے وارثوں کے لیے دردِ دل اور غم واضح ہوتا ہے، لیکن پھر بھی تسلی کے لیے شہادت کو انتخاب کی تعبیر میں سمیٹا گیا ہے اور اسے اللہ کی رضا اور اس کے انتخاب سے جوڑا گیا ہے، جو ایک مضبوط دینی بنیاد کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح یہ شہداء کے وارثوں کو نفسیاتی تسلی دیتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں اور ان کے تعاون کی اہمیت کو بیان کرتا ہے، کیونکہ یہ مسلسل عسکری حمایت کی ضمانت دیتا ہے۔

نواں اور آخری پیراگراف

"آئیں کہ ہم امارت اسلامیہ اور عالی القدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہوں..."

تقریر کا یہ حصہ "امیر المؤمنین" کی اطاعت کے لیے واضح الفاظ میں عوام کو بلانے پر مشتمل ہے، جو دینی طور پر لازم سمجھا گیا ہے اور امارت اسلامیہ کے استحکام کی علامتی شکل ہے۔

اسی طرح یہ سب کو امارت اسلامیہ کے اتحاد اور اطاعت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ہر قسم کے بیرونی پروپیگنڈوں اور نظریات کے اثرات کے خلاف عوام کے "ذہنوں" کی حفاظت اور وحدت کی پالیسی کو بیان کرتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ اطاعت ہر عسکری ڈھانچے کی بقا کے لیے لازم ہے۔

کھوئی ہوئی نصف صدی!

تحریر : حسان مجاهد

ایک زمانے سے، جب بھی دنیا کے کسی کونے میں افغانستان کا نام سنائی دیتا ہے، فوراً ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے: کیا یہ وہی جنگ سے تباہ حال ملک ہے؟ یا وہ غریب ملک؟ حالانکہ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ اس ملک کی بدبختیوں کے پیچھے کون کھڑا ہے۔ لیکن ہم افغان، جو اس سرزمین کے اصلی وارث ہیں اور ہماری تاریخ آزادی کے جذبے اور بہادری سے بھری ہوئی ہے، ہمیشہ اپنے اندرونی مسائل کا شکار رہے ہیں۔

ان مسائل کی جڑیں غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں اور بیرونی ممالک کے مفادات سے جڑی ہوئی ہیں۔ اس کی واضح مثال سابقہ سوویت حملے کے لیے زمین ہموار کرنا تھی، جس نے ملک کو ایک وسیع پراکسی جنگ میں دھکیل دیا۔ مجاہدین کی فتح کے بعد، وہ ایک جامع اور عوام کے مطالبات کو پورا کرنے والا نظام قائم کرنے میں ناکام رہے۔ اختلافات نے زور پکڑا، جس کے منفی اثرات افغان قوم کے مقدر پر صدیوں تک رہیں گے۔ اس سلسلے میں کچھ اہم نکات درج ذیل ہیں:

١ امریکی قیادت میں قبضہ:

امریکہ کی سربراہی میں طاقت اور دولت کے حاملین نے ملک پر قبضے کی بنیاد رکھی۔ ان قابضین نے ایسی وحشت پھیلائی کہ مصنفین ان کے جرائم لکھنے سے خوفزدہ رہتے تھے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں، حتیٰ کہ ان کے اپنے قبضے کے مرتکب بھی خاموش نہ رہ سکے۔ حامد کرزئی نے اپنی صدارت کے دوران بارہا میڈیا میں کھلے عام کہا کہ نیٹو فورسز رات کے وقت لوگوں کے گھروں پر حملہ کرتی ہیں، بغیر اجازت لوگوں کے گھروں میں گھس کے انہیں گرفتار کرتی اور تشدد کا نشانہ بناتی ہیں۔ اس سے بڑی تباہی یہ تھی کہ افغانستان کی سرزمین کو امریکہ کے بنائے ہوئے بموں کے لیے لیبارٹری بنایا گیا، جہاں وہ جہاں چاہتے تجربات کرتے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کتنے بے گناہ بچے شہید ہوئے یا کتنے گھر سرپرست سے محروم ہوئے۔ اس کی ایک مثال افغانستان کی سرزمین پر "مدر آف آل بم" کا تجربہ ہے۔

۲ بدعنوانی کی حکمرانی:

جمہوری حکومتوں میں بدعنوانی اس طرح پھیل گئی جیسے لاعلاج کینسر۔ اس بدعنوانی نے حکومتی اداروں کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، مادی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے۔ سب کے لیے روز روشن کی طرح عیاں تھا کہ وزارتوں، خصوصاً دفاع اور داخلہ کی وزارتوں میں کیا ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ بعض لڑکیوں کو جنرل کا عہدہ دیا گیا، جنہیں لوگ مذاق میں "جگر جرنیلنی" کہتے تھے۔

نظام کے خاتمے کے بعد، اب کچھ لوگ جمہوریت کے تاریک دنوں کی کہانیاں سنا تے ہیں اور بتاتے ہیں کہ سرکاری اداروں میں اخلاقی بدعنوانی کس طرح غالب تھی۔ وہ خود کہتے ہیں کہ وزارت خارجہ میں تقرری کا واحد معیار خواتین کی ظاہری خوبصورتی تھی۔ وہ ان دنوں کی بدترین یادیں رکھتے ہیں۔

۳ افغان ثقافت کی فراموشی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان دنیا میں ایک منفرد ثقافت رکھتا ہے، جسے مورخین نے ہمیشہ فخر سے یاد کیا۔ لیکن قبضے کے دوران، افغان ثقافت کو آہستہ آہستہ اور منظم طریقے سے فراموش کر دیا گیا، حتیٰ کہ فوجی اور ثقافتی قابضین نے اسے عوام سے چھین لیا۔ اس کا پہلا اثر خاندانوں پر پڑا، پھر معاشرے پر۔ اس کا نتیجہ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید تھی، جیسے لینن کی طرح داڑھی رکھنا یا ہٹلر کی طرح مونچھیں رکھنا۔

یہاں تک کہ خواتین کی طبقہ بھی اسی ڈگر پر چل نکلا اور شہر کی گلیوں میں بغیر حجاب یا چادر کے نکلنے لگیں اور جمہوریت کا نعرہ لگایا۔ میڈیا بھی اس کینسر سے محفوظ نہ رہا۔ وہ آپس میں مقابلہ کرتے کہ کون سا میڈیا سب سے زیادہ فحاشی پھیلائے گی اور مغرب کے بنائے ہوئے نام نہاد میدان میں جیت حاصل کرے گا۔ اس کی ایک مثال پروگرام ہوسٹنگ (ماڈلنگ)، AFGHAN STAR، اور دیگر تھے، جہاں ایک افغان لڑکی ناچتی اور اپنے جسم کے اعضاء دکھاتی۔

البتہ، ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم (تمام افغان) اس ملک کی نصف صدی کے مسائل کے اصل شکار ہیں، جو ہر لحاظ سے غربت میں ڈوبا ہوا تھا: معاشی غربت، ثقافتی غربت، تعلیمی غربت وغیرہ۔ مذکورہ بالا صرف چند مثالیں تھیں۔ اگر ہم ان مسائل کو عمومی طور پر دیکھیں تو اس میں سالوں لگ جائیں گے۔ ہماری بحث کا اصل مقصد

وہ ضائع شدہ نصف صدی ہے، حالانکہ ہم پچھلے بیس سالوں میں اس خاص نصف صدی کو افغانستان میں مثبت تبدیلی لانے، بنیادی ڈھانچوں کی تعمیر، بڑے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے، کان کنی کے شعبوں میں سرمایہ کاری، اور دیگر کے لیے استعمال کر سکتے تھے، اور اپنے ملک کو ترقی اور خوشحالی کی طرف لے جا سکتے تھے۔

لیکن اس کے بجائے، ان غدار رہنماؤں نے، جنھوں نے سالوں تک اس مظلوم قوم کو غلام بنایا، اس قوم کا خون چوسا، لوگوں سے ان کے نوالے چرائے اور کروڑوں بلکہ اربوں ڈالر کی دولت بنائی۔ آخر میں، جیسا کہ مشہور کہاوت ہے، ایک غدار کو خوف ہوتا ہے، اس لیے اس نے قرار کے بجائے فرار کو ترجیح دی۔

نتیجہ:

ہم افغانوں نے اپنی زندگی کا نصف حصہ جنگ میں کھپا دیا، اور ہماری مادر وطن کو حملہ آوروں نے تباہ کیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے، امارت اسلامیہ کی فتح کے بعد، ہمارے لوگوں اور سرزمین کو مکمل امن و امان کا احساس حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، فوائد عامہ کے بڑے منصوبے جیسے قوش تپہ بند، کاسا ہزار، ٹاپی، اور دیگر شروع کیے گئے ہیں، جنھوں نے ہمارے ہم وطنوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کیے ہیں۔

ان چار سالوں کے دوران، جب وزارت تعمیرات کے فوائد عامہ کے منصوبوں کو دوبارہ زندہ اور عملی کیا گیا، اگر ہم اسے دوسرے زاویے سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی ہزار سالہ وراثت ہے۔ ہم ان تمام خوبیوں کی قدر کرتے ہیں اور شکر گزار ہیں۔

جمہوریت اور اسلام، فکری اور اعتقادی موازنہ!

تحریر : یوسف بدری

جمہوریت موجودہ دنیا کے ان تصورات میں سے ہے جسے سب سے زیادہ فروغ، تعریف و تحسین اور انسانی نجات کے نام پر بین الاقوامی سطح پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس نے ”عوام کی حکومت“ کا نعرہ بلند کیا، لیکن اس کے پیچھے کفر، غرور، استحصال اور الہی نظام کے ساتھ کھلی دشمنی کے خفیہ مقاصد چھپے ہیں۔

جمہوریت نہ صرف یہ کہ الہی احکام سے ماخوذ نہیں، بلکہ یہ انسانی پیداوار ہے، جو انسانی عقل کے غلط تجربات کے تسلسل سے وجود میں آئی۔ اس نظام میں حق و باطل کا معیار اللہ کے حکم کے بجائے اکثریت کی رائے ہے۔ اگر اکثریت شرک کی حمایت کرے تو وہ قانون بن جاتا ہے؛ اگر فحاشی و عریانی کی حمایت کرے تو اسے آزادی کے نام پر قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ وہ خطرناک اصول ہے جو توحیدِ الہٰی، عدل اور شریعت کے ساتھ کھلے تصادم کا حامل ہے۔

جمہوریت ہمیشہ انسانی آزادی کے نعرے بلند کرتی ہے، لیکن اسی نعرے کے سایے تلے یہ سب سے زیادہ ظلم، حملے اور استحصال کرتی رہی ہے۔ آج بھی اسی نظام کے نام پر امتِ مسلمہ بمباری، یلغار، اقتصادی پابندیوں، سیاسی دباؤ اور جاسوسی سازشوں کے تحت زندگی گزار رہی ہے۔ وہ قومیں جو اپنا دینی، شرعی اور خودمختار نظام قائم رکھنا چاہتی ہیں، جمہوریت کے نام پر نشانہ بنائی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس اسلام ایک الٰہی نظام ہے جو اللہ تعالی کی وحی پر قائم ہے۔ اس میں اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، انسان کے پاس نہیں۔ شریعت زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کرتی ہے اور انسانی فطرت کے مطابق فساد، ظلم اور ضلالت کے خلاف ایک الہی ڈھال ہے۔ اسلام عدل، انصاف، ذمہ داری، تقویٰ اور مشورے کی بنیاد پر حکومت قائم کرنے کی رہنمائی کرتا ہے، نہ کہ اکثریت کی رائے سے باطل کو قانونی شکل دی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ جمہوریت کے دلکش نعرے انہیں گمراہ نہ کریں۔ یہ ایک فکری جال ہے جو اسلامی اقدار کے خاتمے کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ نظام نہ انسانی

مسائل حل کرتا ہے، نہ عدل و انصاف کا حامل ہے، نہ استحصال ختم کرتا ہے اور نہ کمزوروں کا ساتھ دیتا ہے، بلکہ مستکبرین کے لیے ایک رسمی نظام کے طور پر کام کرتا ہے تاکہ دنیا کی تقدیر پر قابو پاسکے۔

اب بھی وقت ہے کہ مسلمان اپنی بنیاد واصول کی طرف لوٹ آئیں، شریعتِ الٰہی کی بنیاد پر سیاسی، سماجی اور اقتصادی نظام قائم کریں۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم جمہوریت کے خیر خواہ اور مجرم چہرے کو بے نقاب کریں، عوام کو اس کی حقیقی تصویر دکھائیں اور اسلامی نظام کی دعوت دیں، کیونکہ صرف یہی نظام انسان کی فطرت، عزت اور فلاح کی ضمانت دے سکتا ہے۔

میں امارتِ اسلامی کا دفاع کیوں کرتا ہوں؟!

تحریر : شعیب عزیز

مسلمان معاشرے اپنی پوری تاریخ میں ہمیشہ سے ایسے نظام کی تلاش میں رہے ہیں جو دینی اقدار، سماجی انصاف اور سیاسی آزادی پر قائم ہو، اور جہاں وہ اسلامی شریعت کے زیرِسایہ اُس عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزار سکیں جس کی انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے۔

امارتِ اسلامی افغانستان، ایک ایسے نظام کے طور پر جو اس سرزمین کی اسلامی، ثقافتی اور تاریخی روح سے ابھری ہے، اپنی قربانیوں اور جانفشانی کے سبب ملتِ اسلامیہ کے کئی دیرینہ خوابوں کو حقیقت کا روپ دے چکی ہے۔

اس مضمون کا اصل سوال یہ ہے کہ میں امارتِ اسلامی کی حمایت کیوں کرتا ہوں؟ اور افغانستان کی امارتِ اسلامی کو ایک معتدل، افراط و تفریط سے پاک نظام کے طور پر کیوں مانتا ہوں؟

حقیقت یہ ہے کہ ایک صحیح فطرت رکھنے والا انسان ہر معاملے میں حق و انصاف کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے۔ میں یہ سوالات کسی منصب یا ذاتی فائدے کے لیے نہیں بلکہ صرف سچائی اور حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قلم اُٹھا رہا ہوں۔

جیساکہ سب پر ظاہر ہے، جب نیٹو اور امریکی قابض افواج نے اپنے تمام تر فوجی سازوسامان اور مقامی ایجنٹوں کی مدد سے افغانستان پر حملہ کیا، انہی دنوں مرحوم امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے ایمان و یقین کے ساتھ وہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے جو سنہری حروف میں رقم ہوگئے۔ انہوں نے ریڈیو خطاب میں کہا: ”امریکا ہمیں شکست کی دھمکی دیتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصرت و فتح کا وعدہ کررکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کا وعدہ سچا نکلتا ہے۔“

یقیناً ایسے امراء کا وجود، جو اس مقدس قافلے کے بانی تھے، اس نظام کی حقانیت کی روشن دلیل ہے۔ قابضین کے باضابطہ داخلے کے بعد ایک دیندار، غیرتمند اور مجاہد قوم -- جو پاک دامن ماؤں کی گود میں پلی، تقویٰ شعار اساتذہ کے زیرِتربیت پروان چڑھی،

اور جہاد و آزادی کی روح کے ساتھ جوان ہوئی -- میدانِ قربانی میں اُتری۔
بے شک جہاد کی حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مصلحین اور فاسدین کے درمیان فرق نمایاں ہوجائے۔ افغانستان کے بیس سالہ جہاد میں ہم نے دیکھا کہ سب سے مخلص، دین دار اور غیرتمند لوگ -- علماء، حفاظ، قراء اور مخلص عوام -- اسی کارواں کے ہمسفر تھے۔ انہوں نے شوق سے جہاد کے تپتے محاذوں کا رخ کیا، کئی نے شہادت پائی، بعض قید ہوئے، ہزاروں گھرانے بے گھر ہوئے، اور ہزاروں علماء و حفاظ صرف جہاد کے فتویٰ اور وطن کی آزادی کی پکار کی وجہ سے لاپتہ ہوگئے۔ مختصر یہ کہ افغان قوم نے ایک ایسا پاکیزہ اور بے مثال جہاد کیا جس کی نظیر معاصر تاریخ میں شاذونادر ہی ملتی ہے۔
اکیس برس کی جدوجہد کے بعد، اللہ تعالیٰ نے وہی وعدہ پورا فرمایا جو ہمیشہ اپنے مؤمن بندوں کے ساتھ فرمایا ہے۔ شہداء کے خون، مظلوموں کی دعاؤں، ماؤں کی مامتا اور یتیموں کے آنسوؤں کا ثمر ملا اور واضح نصرت افغان مجاہد قوم کے حصے میں آئی۔ ہم نے اسلام دشمنوں کو ذلت آمیز شکست اور رسواکن فرار کی صورت میں دیکھا۔ یہ دن افغانستان اور دنیا کی تاریخ میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے بدترین شکست کے طور پر ثبت ہوا، اور آنے والی آزاد نسلیں ہمیشہ اس پر فخر کریں گی۔
امارت اسلامیہ کی کامیابی اور اسلامی نظام کے قیام کے بعد، جب مکمل امن اور ایسا نظام قائم ہوا جس میں مسلمانوں کا دین، عزت اور وقار محفوظ ہے، کچھ لوگ اسلام کے حلفی دشمنوں کے ہمنوا بنے اور طرح طرح کے الزامات اور بے بنیاد پروپیگنڈے کرنے لگے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے کھوکھلے پروپیگنڈے کے ذریعے امارت اسلامیہ کے خلاف عوام کے اذہان مسموم کریں۔
آج جبکہ افغانستان کے مجاہد عوام کی کامیابی کو تقریباً چار برس گزر چکے ہیں، کافر اور منافقین، جو ہر تدبیر کے باوجود اسلامی نظام کو توڑنے میں ناکام رہے، اب بے بنیاد اعتراضات اور شبہات کے ذریعے لوگوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اسلامی نظام کی روح اور فلسفے یعنی تعامل، عہد اور شرعی تعلقات سے ناآشنا ہیں، اور رسولِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ناواقف ہیں، وہ شکوک و شبہات پھیلا کر بعض عوام کو امارت اسلامیہ کے بارے میں بدگمان کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

حقیقـت میـں، ہـر دینـدار اور آزاد انسـان کـو ایسـے نظـام کا خواہـاں ہونـا چاہیـے اور اس کـی حمایت کو اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہیے۔

١ امارتِ اسلامی کی حمایت کی بنیادی وجوہات یہ ہیں:

٢ اسلامی شریعت کا نفاذ: یہ سب سے بڑی اور روشن دلیل ہے۔

٣ حجـاب، نمـاز اور دیگـر دینـی احـکام پـر عمـل کـی تاکیـد: غیـر ملکـی ثقافتـی یلغـار کـے مقابلے میں دینی اقدار کا تحفظ۔

٤ غیر ملکی تسلط کا خاتمہ: امارت نے مزاحمت کے ذریعے آزادی بحال کی۔

٥ امن و اسـتحکام کا قیـام: جـو علمـی، معاشـی اور ثقافتـی ترقـی کـی راہیـں ہمـوار کرتـا ہـے اور معاشرے کو انتشار سے بچاتا ہے۔

٦ سماجی انصاف اور کرپشن کے خلاف جدوجہد۔

٧ قانون کی بالادستی۔

٨ ثقافتی یلغار کے مقابل ڈھال بننا: امت کو مغربی میڈیا اور ثقافت کی یلغار سے بچانا۔

خلاصـہ یـہ کـہ امـارت اسلامیـہ کـی حمایـت محـض ایـک سیاسـی انتخـاب نہیـں بلکـہ ایـک گہـرا دینـی و ایمانـی عقیـدہ ہـے۔ یـہ نظـام اسلامـی اقـدار، آزادی، سماجـی انصـاف اور اسلامـی تہذیبـی شـناخت کـے تحفـظ پـر قائـم ہـے۔ میـں یقیـن رکھتـا ہـوں کـہ امـارت اسلامیـہ کـی حمایـت دراصـل دین، وطن، عزت اور آئندہ نسلوں کے ایک آزاد و اسلامی مستقبل کی حمایت ہے۔

چوتھی فصل
سیاسي اور اجتماعی تحریریں

ناقابلِ یقین انقلاب؛ امریکا کا افغانستان میں عروج سے زوال تک کا سفر!

تحریر : نعمان سعید

چھ ماہ کے دوران یہ دوسرا موقع ہے کہ یہ خبر سامنے آئی ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے خصوصی ایلچی ایڈم بولر کی قیادت میں، اور زلمی خلیل زاد کے ساتھ ایک اعلیٰ سطحی وفد کابل پہنچا ہے۔ اس وفد نے امارت اسلامیہ کے سینئر حکام کے ساتھ تعلقات کی توسیع، شہری مسائل، افغانستان میں سرمایہ کاری اور دیگر معاملات کے بارے میں تفصیلی بات چیت اور ملاقاتیں کی ہیں۔

جب امریکا نے اپنے اتحادیوں اور غلام حکمرانوں کے ساتھ مل کر افغانستان پر یلغار کی اور طاقت کے ذریعے طالبان کی اسلامی تحریک/ امارت اسلامیہ کو یہاں سے ہٹا دیا، تو دنیا بھر میں امارت اسلامیہ کے ہمدرد مسلمان اپنے دُکھ بھرے مضامین اور تبصروں میں افسوس کا اظہار کرتے اور بار بار یہ جملہ دہراتے تھے: ”لگتا ہے سب کچھ ختم ہوگیا۔“

لیکن طالبان کی رائے مختلف تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ تاثر غلط ہے کہ ”سب کچھ ختم ہوگیا“، بلکہ اصل کھیل تو اب شروع ہوا ہے۔ اور اس کھیل کا آخری نتیجہ ان شاء اللہ یہ ہوگا کہ امریکا فہرست کے اوپر سے چلتے چلتے آخرکار فہرست کے نیچے تک پہنچے گا۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکا اس فہرست کے کس مقام پر کھڑا ہے۔ اس انجام کی پیشگوئی سب سے پہلے خود محترم امیرالمؤمنین، عظیم قائد ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے فرمائی تھی۔

اگرچہ ان کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی، لیکن اس میں کچھ تاخیر ضرور ہوئی۔ کاش! وہ اپنی زندگی میں اپنی اس پیشگوئی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے۔ اس تاخیر کی یقینا کئی وجوہات رہی ہوں گی، مگر ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بعض علاقائی عناصر نے جذباتی رویہ اور جلدبازی اختیار کی، جس نے نہ صرف امارت اسلامیہ کے لیے مشکلات کھڑی کیں بلکہ ان کی اپنی جدوجہد بھی متاثر ہوئی۔ اگر مختلف محاذوں پر منتشر ہونے کے بجائے تمام طاقت تدبر اور حکمت کے ساتھ امارت اسلامیہ کے حق میں استعمال کی جاتی تو شاید ملا صاحب اپنی زندگی میں ہی اپنی پیشگوئی کو حقیقت بنتے

دیکھ لیتے اور ''وفود کے آنے جانے اور مذاکرات'' کی یہ خبریں آج پرانی ہو چکی ہوتیں۔
میں نے کہیں پڑھا تھا کہ جب جنرل صدر ایوب خان نے سیاسی سرگرمیاں شروع کیں تو آغا شورش کاشمیری نے ایک جلسے میں ان کے مارشل لا کے بارے میں اس طرح کہا:
''جتنا عرصہ صدر ایوب رہے، اتنا ہی عرصہ ہم نے صبرِ ایوب اختیار کیے رکھا۔''
آغا شورش کاشمیری کا یہ خطیبانہ جملہ بہت موزوں ہے اور 11 ستمبر کے بعد امریکی یلغار کے تحت افغانستان میں ہمارا اور ہماری قوم کا عین وہی حال تھا -- ہم نے اپنی آزادی حاصل کرنے تک ایوب جیسا صبر اپنائے رکھا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ یہ حملہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا؛ کیونکہ افراد یا گروہ طاقت کے زور پر شکست کھا سکتے ہیں، مگر قومیں جبر و زور سے مغلوب نہیں ہوتیں۔
دنیا نے اسی ابتدا میں امارت اسلامیہ افغانستان کے بارے میں ایک غلط فہمی اختیار کی -- گویا یہ محض ایک عام مسلح گروہ ہے جو اپنے کیے سے پیچھے نہیں ہٹتا اور جسے سخت سزا ملنی چاہیے؛ مگر بڑی طاقتوں کو اس حقیقت کو سمجھنے میں برسوں لگ گئے کہ امارت اسلامیہ محض ایک گروہ نہیں، بلکہ افغان قوم کا غیرت مند جذبہ اور اسلام و شریعت سے وابستگی ہے جو اس نام¬ میں مجسم ہوئی ہے۔ بہرحال، ''دیر آید، درست آید''۔
جن لوگوں کو امارت اسلامیہ افغانستان کے پس منظر کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں، ان کے لیے اتنا عرض ہے کہ جب سوویت یونین افغانستان میں داخل ہوا تو مجاہدین کی مختلف جماعتوں نے اپنے وطن کی آزادی اور دینی شناخت کے تحفظ کے لیے جہاد کا عَلَم بلند کیا۔ انہیں سوویت یونین کے خلاف جنگ کے لیے دنیا اور مغربی طاقتوں کی حمایت بھی حاصل ہوئی۔ اس جہاد میں نہ صرف افغان بلکہ خطے اور دنیا کے دیگر ممالک کے ہزاروں افراد بھی شریک ہوئے۔ نتیجتاً روسی فوجیں افغانستان سے نکل گئیں۔
لیکن بعد میں مغربی طاقتوں نے جہاد کے ثمرات خود سمیٹ لیے اور مجاہدین کو تنہا چھوڑ دیا تاکہ وہ آپس میں لڑیں۔ یوں افغانستان احمد مسعود، انجینئر گلبدین اور دیگر گروپوں کے درمیان خانہ جنگی کا میدان بن گیا۔
اس خانہ جنگی کے نتیجے میں افغانستان مکمل تباہی کے دہانے پر پہنچا اور جہاد کے تمام مقاصد تقریباً ضائع ہوگئے۔ اسی دوران دینی مدارس سے تعلیم یافتہ طالبان، مختلف

مجاہدین اور مخلص نوجوان ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں قندھار سے اُٹھے۔ ان کا مقصد امن قائم کرنا اور اسلامی شریعت نافذ کرنا تھا۔ انہوں نے ایک منظم جماعت بنائی، جو بتدریج افغانستان کے اکثر علاقوں پر قابض ہوگئی اور "امارت اسلامیہ افغانستان" کے نام سے حکومت قائم کی۔

اسی وقت افغان حکومت پر روس جہاد میں شریک عرب مجاہدین، اسامہ بن لادن کی قیادت میں، مشرقِ وسطیٰ میں امریکی فوجوں اور اسرائیل نواز مغربی پالیسیوں کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے اور افغانستان میں رہائش اختیار کیے ہوئے تھے۔ مغرب نے اعتراض کیا اور طالبان سے مطالبہ کیا کہ عرب مجاہدین کو ملک بدر کریں اور اسامہ بن لادن کو امریکا کے حوالے کریں۔ لیکن امارت اسلامیہ نے یہ یکطرفہ مطالبہ تسلیم نہ کیا اور کہا کہ اس پر غیر جانب دار اور بین الاقوامی تحقیقات ہوں، بصورتِ دیگر وہ اسامہ بن لادن کو کسی کے حوالے نہیں کرسکتے۔

پھر امریکا میں 11 ستمبر کا واقعہ ہوا، جس کا الزام عرب مجاہدین پر ڈالا گیا اور اسامہ کی حوالگی کا مطالبہ مزید شدت اختیار کر گیا۔ طالبان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کردیا، جس کے بعد اقوامِ متحدہ کی طرف سے دہشت گردی کی کوئی واضح تعریف یا وضاحت کیے بغیر، امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر ناحق یلغار کی۔ طالبان کو اقتدار سے ہٹایا گیا، لیکن انہوں نے سرنڈر کرنے کے بجائے پہاڑ کی چوٹیوں میں محاذ منظم کیے اور قابض افواج کے ساتھ طویل جنگ میں مصروف ہوگئے۔

جب قابض قوتوں نے حملہ شروع کیا تو جنگ بھی شروع ہوگئی اور تقریباً بیس سال تک افغانستان میں جنگ جاری رہی۔ دو دہائیوں کے طویل تصادم کے باوجود طالبان شکست نہیں کھا سکے اور نہ ہی اپنے ایجنڈے اور عزم سے منحرف ہوئے۔ کچھ عرصہ قبل بین الاقوامی فوجداری عدالت اور چند مغربی اداروں نے شور مچایا تھا؛ اُن کا کہنا تھا کہ امارت اسلامیہ اب بھی سخت قوانین کے نفاذ سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ امریکی ماہرین کا بھی خیال ہے کہ یہ امر افغانستان کی جنگ میں امریکہ کی ایک بڑی ناکامی تھی۔

باتیں چلتی رہیں گی، وفود آتے اور جاتے رہیں گے، اور جیسے جیسے حالات آگے بڑھیں گے پرانے اور نئے پہلو بھی آشکار ہوں گے۔ ایسے ہی خبریں ہم اکثر سنتے رہیں گے -- یہ خبریں در حقیقت سفارتی عمل کی پیش رفت اور معاشرتی اعتماد کی علامت ہوتی ہیں۔

یہ صرف طالبان کی حکومت کے لیے پیش رفت نہیں، بلکہ خطے کی ان حکومتوں کے لیے ایک واضح پیغام بھی ہے، جو دوسرے ممالک کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہیں؛ اُنہیں چاہیے کہ دوسروں کے بوجھ اٹھانے کی عادت چھوڑ دیں اور زمینی حقائق قبول کریں۔

بہرحال! اب افغانستان میں امارت اسلامیہ پورے ملک پر حاکم ہے، کابل اور پورے ملک میں امن کی فضا قائم ہے اور مختلف ممالک کی جانب سے حکومت کے ساتھ مذاکرات، روابط اور تبادلۂ خیال کی سرگرمیاں جاری ہیں ۔۔ کبھی کبھار واشنگٹن سے بھی وفود اور نمایندے آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ ملاقاتیں اور وفود اس بات کی علامت ہیں کہ امارت اسلامیہ کو بین الاقوامی سطح پر ایک تسلیم شدہ حکومت کے طور پر دیکھا جا رہا ہے، اور مستقبل کے عالمی اور علاقائی نظم میں افغانستان کے کردار اور اس کے خودمختار مؤقف کو قبولیت مل رہی ہے۔ امارت اسلامیہ محض ایک عام مسلح گروہ نہیں، بلکہ ایک منظم سیاسی نظام اور مکمل شریعتِ اسلام پر قائم فریم ورک ہے۔

کنڑ میں ا۔ا۔ا کے مجاہدین کی بے مثال کاوشیں!

تحریر : ادریس وصال

دوشنبے (پیر) کی شب تقریباً 11:47 بجے، جب زیادہ تر لوگ نیند کی آغوش میں تھے، افغانستان کے مختلف صوبوں میں، بالخصوص کنڑ اور ننگرہار میں زمین لرز اٹھی۔ چھ ریکٹر اسکیل کے زلزلے نے کئی گھروں کو ملبے کے ڈھیر میں بدل دیا اور رات کی خاموشی زخمیوں کی چیخ و پکار اور درد بھری فریادوں سے گونج اُٹھی۔ اس سیاہ رات میں خوف و ہراس کا سایہ لوگوں پر چھا گیا، مگر امارت اسلامیہ کے مجاہدین فرشتۂ نجات کی طرح فوری طور پر متاثرہ علاقوں تک پہنچ گئے۔

پہاڑی تودے گرنے کے سبب کئی زمینی راستے بند ہو گئے اور دُور دراز علاقوں تک رسائی تقریباً ناممکن تھی، لیکن یہ رکاوٹ امدادی کارروائیوں کے سامنے حائل نہ ہو سکی۔ وزارتِ دفاع کے براہِ راست حکم پر فوجی ہیلی کاپٹروں نے ابتدائی گھنٹوں میں پروازیں شروع کیں اور کنڑ سے زخمیوں کو ننگرہار کے ولایتی ہسپتال منتقل کیا۔ یہ مہم صرف زخمیوں کے انخلا تک محدود نہ رہی بلکہ ادویات، خوراک اور دیگر اشد ضروری امدادی سامان بھی پہنچایا گیا۔ محض ایک دن میں ان ہیلی کاپٹروں نے اسّی سے زائد پروازیں انجام دیں۔

امارت اسلامیہ کے سیکیورٹی اہلکار بھی ملبوں تلے دبے لوگوں کو نکالنے کے لیے میدان میں اُتر آئے۔ انہوں نے ابتدائی اوزاروں کے ساتھ، اور کئی بار صرف اپنے ہاتھوں سے، اپنے ہم وطنوں کو بچانے کی جانفشانی کی۔ یہ مناظر قربانی اور جہادی روح کے وہ نقوش تازہ کر رہے تھے جو افغانستان کی تاریخ میں کڑے وقتوں میں نمایاں رہے ہیں۔ مقامی باشندے بھی ریاستی فورسز کے شانہ بشانہ کھڑے رہے اور شہداء کی تلاش اور زخمیوں کی منتقلی میں بھرپور کردار ادا کیا۔

وزارتِ صحتِ عامہ نے بھی تجربہ کار ڈاکٹروں اور رضاکار نرسوں پر مشتمل ٹیم فوری طور پر متاثرہ مقامات روانہ کی۔ انہوں نے دشوار حالات اور محدود وسائل کے باوجود زخمیوں کا علاج کیا اور بے شمار جانیں بچائیں۔ یہ فوری اور مربوط ردعمل امارت اسلامیہ کے

بحرانوں میں منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی کا مظہر تھا۔
زلزلے کے فوراً بعد امارت اسلامیہ نے سو ملین افغانی (تقریباً 1.3 ملین ڈالر) کی ہنگامی امداد کا اعلان کیا اور وضاحت کی کہ ضرورت پڑنے پر امداد مزید بڑھائی جائے گی۔ یہ اقدام محض حکومتی ذمہ داری کا ثبوت نہیں بلکہ اس بات کا مظاہرہ بھی ہے کہ امارت اسلامیہ سخت ترین حالات میں بھی اپنے عوام کے ساتھ کھڑی ہے۔
یہ سانحہ ایک بار پھر افغان عوام کے ملی اتحاد اور امارت اسلامیہ کے اہلکاروں کی قربانی اور وطن دوستی کی جھلک پیش کر گیا۔ جہاں بہت سے ممالک ایسے حالات میں لاجسٹک مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں، وہاں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دستیاب وسائل کے ساتھ فوری اور قابلِ تحسین انداز میں امدادی کارروائیاں کیں۔ اس بروقت ردعمل نے نہ صرف بے شمار زندگیاں بچائیں بلکہ اُن دلوں میں بھی امید جگا دی جو سب کچھ کھو بیٹھے تھے۔
یقیناً زلزلہ ایک قدرتی آفت ہے جس کے وقوع کو روکا نہیں جا سکتا، مگر بعد ازاں کیے جانے والے اقدامات کسی ریاست کی قوت اور اہلیت کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ امارت اسلامیہ نے اپنے اقدامات سے ثابت کیا کہ وہ نہ صرف امن و امان کی ضامن ہے بلکہ عوام کی بھلائی اور انسانی جانوں کے تحفظ کے لیے بھی پوری طرح مستعد ہے۔ یہ سانحہ ملی یکجہتی اور حکومت کی جانب سے عوامی خدمت کی بہترین مثال ہے۔

۹ سنبلہ: قبضے کی آخری رات اور طلوعِ صبحِ آزادی کا آغاز!

تحریر : محمد یوسف بدری

تاریخ میں کچھ دن اور لمحات ایسے ہوتے ہیں جو نہ صرف ایک خطے کے مقدر کا فیصلہ کرتے ہیں بلکہ ایک قوم کے عزم، قربانی اور غیرت کا ثبوت بھی دیتے ہیں۔ ۹ سنبلہ ۱۴۰۰ ہجری شمسی بمطابق ۳۱ اگست ۲۰۲۱ء بھی ایک ایسا ہی دن تھا، جب افغانستان کی سرزمین سے قبضے کا آخری نشان، امریکی فوجی "کرس ڈوناہو" نکلا اور ہماری قوم کی آزادی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

امریکہ کا افغانستان پر حملہ، جو ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے عنوان سے شروع ہوا، انصاف اور قانون کے ہر اصول کے خلاف تھا۔ یہ حملہ درحقیقت ایک قبضہ تھا، جس نے نہ صرف فوجی موجودگی قائم کی بلکہ ثقافت، معیشت، ارادے اور آزادی کو بھی نشانہ بنایا۔

بیس سال تک وحشت، قید خانوں، بے گناہوں کے قتل، رات کے چھاپوں اور قوم کے مقدس حریم کی بے حرمتی کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ لیکن افغان قوم کا غیرت مند ضمیر کبھی بھی قیام، جدوجہد اور مزاحمت سے تھکا نہیں۔

امریکہ، جو خود کو دنیا کی سپر پاور سمجھتا ہے، بیس سالہ جنگ، اربوں ڈالر خرچ کرنے اور ہزاروں فوجیوں کے ساتھ بھی اس قوم کو زیر نہ کر سکا جو حق پر قائم تھی۔ یہ انخلا ایک اعتراف تھا کہ طاقت، ٹیکنالوجی اور پروپیگنڈا کبھی قوموں کے ارادوں کو توڑ نہیں سکتے۔

کرس ڈوناہو کا نکلنا ایک ناکام حکمت عملی، ایک قابض سوچ اور جھوٹے عالمی انصاف کے زوال کا واضح ثبوت تھا۔ وہ رات جب آخری امریکی فوجی، کرس ڈوناہو، کابل کے ہوائی اڈے سے نکلا، وہ امریکہ کے بیس سالہ قبضے کی آخری گھڑی تھی۔ یہ رات دنیا کی سپر پاور کے لیے فخر کی نہیں، بلکہ اپنی شکست کے اعتراف کی رات تھی۔ یہ اعتراف ناکامی، شکست اور افغان قوم کی ناقابل تسخیر مزاحمت کے سامنے زوال کا اعتراف تھا۔

ڈوناہو رات کے اندھیرے میں بغیر فخر، بغیر اعزاز، بغیر شان کے، صرف ایک عاجز اور

شکست خوردہ لشکر کے آخری نمائندے کی طرح نکلا۔ اس کے قدم امریکہ کے ان نعروں کی موت تھے، جنہوں نے آزادی، انسانی حقوق اور ترقی کے نام پر ہماری قوم کو استعماری غلام بنانے کی کوشش کی۔

ڈوناہو اپنے ساتھ نہ پرچم لے گیا، نہ فتح اور نہ کوئی کامیابی، بلکہ ایک سبق آموز درس چھوڑ گیا کہ کوئی بھی قبضہ خواہ کتنا ہی طاقتور ہو، قوموں کے ارادوں کو توڑ نہیں سکتا۔

افغان قوم نے، جس نے اپنی ایمانی غیرت کے زور پر بیس سال تک قربانیوں کی داستان لکھی، بالآخر ایک عظیم قبضے کا آخری باب بھی ختم کر دیا۔ یہ انخلا تاریخ کی یادداشت میں امریکہ کے لیے ایک سیاہ داغ، لیکن افغان قوم کے لیے فخر کا ایک سنہری لمحہ بن کر رہ گیا۔

9 سنبلہ؛ فوجی جنگ کا خاتمہ اور ثقافتی جنگ کا آغاز!

تحریر : شکیب احسان

۹ سنبلہ ۱۴۰۰ ہجری شمسی بمطابق ۳۱ اگست ۲۰۲۱ء وہ دن ہے جب آخری شرمسار امریکی فوجی شکست تسلیم کرتے ہوئے افغانستان کی پاک سرزمین سے بھاگ گیا۔ یہ دن وحشت کے مقابلے میں ایمان، اور ان بڑی طاقتوں کے کھوکھلے دعووں کے مقابلے میں ایک قوم کے عزم کا نشان ہے جو یہ سمجھتی تھیں کہ زور اور پیسے سے اس ثقافت اور شناخت کو مٹا دیں گی جو ایک قوم کے روح کی گہرائیوں میں جڑی ہوئی ہے۔

یہ دن فوجی قبضے کے خاتمے کی کہانی تھی، لیکن حقیقت میں یہ ایک بڑی جنگ کے آغاز کا اعلان تھا: ایک استعمار سے فکر اور ثقافت کے میدان کو واپس لینا، جو شکست کھا چکا تھا لیکن اس نے اپنے خیالات کا زہر معاشرے کے جسم میں انجیکٹ کر دیا تھا۔

افغانستان میں بیس سالہ قبضہ صرف ایک فوجی حملہ نہیں تھا؛ یہ اس کے ساتھ ایک ثقافتی یلغار بھی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ رنگارنگ نیٹ ورکس، غیر ملکی اقدار کا پراپیگنڈہ، اور اس سرزمین کے اصل سے بالکل اجنبی طرز زندگی کے ذریعے ایسی نسلیں تیار کریں گے جو اپنی عظیم تاریخ اور پختہ ایمان سے بیگانہ ہو جائیں۔ وہ چاہتے تھے کہ عالمی ذہنوں میں مجاہدین کو "دہشت گرد" کے طور پر متعارف کروائیں اور ایک قوم کے مقدس جہاد اور مزاحمت کو ایک گروہ کے تشدد کی سطح تک گرا دیں۔

لیکن جنگ کے گہرے مورچوں میں، وہ جوان جو ایک ہاتھ میں قرآن عظیم الشان اور دوسرے ہاتھ میں ہتھیار لیے کھڑے تھے، انہوں نے نہ صرف ٹینکوں کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ ثقافتی حملے کے خلاف بھی مزاحمت کی۔ ان کے ایمان نے اس یلغار کے مقابلے میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کی۔

لیکن آج، عظیم عسکری کامیابی کے بعد، ہمارا کام ختم نہیں ہوا۔ دشمن کی فوج شاید چلی گئی ہو، لیکن جنگ کا میدان اب دوسرے میدانوں میں منتقل ہو چکا ہے: کتابوں، اسکولوں، میڈیا، فنون، اور ورچوئل دنیا کی جانب۔

دشمن نے شکست کھائی لیکن وہ اپنی پوری طاقت سے کوشش کر رہا ہے کہ اپنے

نظریات کو انتہائی پیچیدہ طریقوں سے معاشرے میں میٹھے زہر کی طرح داخل کرے۔ وہ ہمارے جوانوں کو کھوکھلے مادی نظریات سے بہکانے، امت کے اتحاد کو تفرقے کے حربوں سے توڑنے، اور اس دینی غیرت کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہے جو مجاہدین کی سب سے بڑی طاقت تھی۔

اب دینی علماء، ادیبوں، شاعروں، یونیورسٹی کے اساتذہ، اور ہر بہادر افغان عوام کی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بھاری ہے۔ ہمیں اسی دلیری کے ساتھ ثقافتی اور فکری جنگ کے میدان میں داخل ہونا ہے جو مجاہدین نے جنگی میدان میں دکھائی تھی۔ ہمیں اصل مواد کی تیاری، اسلامی-افغان اقدار کو دوبارہ زندہ کرنے، قومی اور مذہبی شناخت کی بنیاد پر تعلیمی نظام کو مضبوط کرنے، اور ان کی ترویج کے ذریعے دشمن کی سازشوں کے خلاف نئے مضبوط مراکز بنانے کی ضرورت ہے۔

آج کی جنگ افکار اور دلوں کو دوبارہ جیتنے کی جنگ ہے۔ آئیے ہوشیار رہیں! کہ دشمن اس بار کسی اور لباس اور فریب دینے والی زبان کے ساتھ واپس نہ آئے۔ 9 سنبلہ کی فتح نے ہمیں یہ سبق دیا کہ کوئی طاقت ایک قوم کے متحد عزم کے سامنے مزاحمت نہیں کر سکتی۔ اب ہمیں اس عزم کو اس میدان کی طرف موڑنا ہے جہاں دشمن ہماری فکری حاکمیت کو توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

آج، امارت اسلامیہ کی حکمرانی کے تحت، افغانستان کے پاس یہ تاریخی موقع ہے کہ وہ نہ صرف اپنی عسکری آزادی کا جشن منائے بلکہ فکری اور ثقافتی آزادی کے لیے ایک عظیم منصوبہ بھی آگے بڑھائے۔ یہ ان شہیدوں کی خون کی سب سے بڑی قدر ہے جنہوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر اس آزادی کا راستہ ہموار کیا۔

آئیے یہ عہد کریں کہ افغانستان کی آنے والی نسلیں ایک ایسی آزاد اور سربلند ملک میں زندگی گزاریں گی جو قوی شناخت رکھتا ہو اور غیر ملکی ثقافت سے بے نیاز ہو۔ 9 سنبلہ قبضے کا خاتمہ تھا، لیکن یہ اس عظیم ذمہ داری کا آغاز بھی تھا کہ ایک ایسا افغانستان بنایا جائے جو کسی بھی میدان میں دوسروں کا محتاج یا کسی کے زیر اثر نہ ہو۔

آزاد کشمیر یا فوجی سرگرمیوں کا میدان؟

تحریـر : ڈاکٹـر اجمـل تریـن

کشمیر دنیا کے ان چند خطوں میں سے ایک ہے جو جیو پولیٹیکل لحاظ سے انتہائی اسٹریٹجک مقام رکھتا ہے۔ بھارت، پاکستان، چین، افغانستان، مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا کے سنگم پر واقع یہ خطہ مذہبی، نسلی، اقتصادی اور تاریخی اہمیت کے باعث ہمیشہ عالمی طاقتوں کے سیاسی کھیلوں کی بھینٹ چڑھتا رہا ہے۔ 1947 کے بعد کشمیری قوم نہ مکمل آزادی حاصل کر سکی اور نہ ہی اسے اپنا مقدر آپ طے کرنے کا حق دیا گیا۔

گزشتہ 75 سال سے زیادہ عرصے میں بھارت نے فوجی قبضے، پاکستان نے سیاسی استحصال اور دنیا نے اسٹریٹجک خاموشی کے ذریعے کشمیری عوام کے حقوق پامال کیے ہیں۔ کشمیری ایک باوقار، باعزت، شناخت رکھنے والی اور قومی خودمختاری کی مستحق قوم ہے اور ان کے قضیہ کو انسانیت، انصاف اور بین الاقوامی قانون کے بنیادی اصولوں کے مطابق حل ہونا چاہیے۔

کشمیر کا تاریخی پس منظر

کشمیر ایک قدیم، تاریخی اور تہذیبی خطہ ہے جہاں بدھ مت، برہمن ازم اور اسلامی تہذیب صدیو ساتھ ساتھ رہی۔ قدرتی خوبصورتی، روحانیت اور علمی اقدار کی وجہ سے اسے "زمینی جنت" کہا جاتا تھا۔

مسلمان حکمرانوں کے دور میں کشمیر علم، ادب، تجارت اور ثقافت کا ایک عظیم مرکز تھا۔ مساجد، مدارس، کتب خانے اور خانقاہیں اس سرزمین کی ثقافتی شناخت کے ستون تھے۔ مسلمان حکمرانوں نے یہاں رواداری، مذہبی برداشت اور تہذیبی ہم آہنگی کی ایسی مثال قائم کی جو خطے میں امن و ترقی کا سبب بنی۔

لیکن 19ویں صدی کے وسط میں برطانوی سامراج نے اس جنت نظیر خطے کے مقدر سے سودے بازی کی۔ 1846 میں معاہدہ امرتسر کے تحت برطانوی سامراج نے کشمیر کو 75 لاکھ روپے کے عوض ڈوگرہ حکمران گلاب سنگھ کے حوالے کر دیا۔ یہ تاریخی سودہ نہ صرف کشمیریوں کی قومی مرضی کے خلاف تھا بلکہ یہ ان کے سیاسی اور انسانی حقوق

کی کھلی خلاف ورزی بھی تھی۔
جب 1947 میں برطانوی ہند تقسیم ہوا تو کشمیر ان علاقوں میں سے ایک تھا جہاں اکثریت مسلمانوں کی تھی، مگر تقسیم کے وقت کشمیریوں کو حقِ خود ارادیت نہ دیا گیا نتیجتاً یہ خطہ بھارت اور پاکستان کے درمیان تنازع اور جنگ کا دائمی مرکز بن گیا۔

کشمیر کی تقسیم

1947 کی تقسیم کے فوراً بعد کشمیر، جو مسلمان اکثریتی اہم خطہ تھا، کشمیریوں کی مرضی کے بغیر تین حصوں میں تقسیم ہو گیا:

١ امارت اسلامیہ بھارت کے زیرِ قبضہ کشمیر

(جموں، کشمیر اور لداخ) - بھارت نے عسکری طور پر قبضہ کیا اور آج تک اس پر اپنا فوجی تسلط قائم رکھا ہوا ہے۔2.

٢ پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر

("آزاد کشمیر" اور "گلگت بلتستان") - یہ علاقہ پاکستان کے زیرِ انتظام ہے مگر اس کی مستقل سیاسی حیثیت اب تک واضح نہیں کی گئی۔

٣ چین کے زیرِ قبضہ حصہ

(اکسائی چن) - یہ اسٹریٹجک اہمیت کا علاقہ چین نے بعد میں قبضے میں لے لیا اور اب اس کے کنٹرول میں ہے۔

یہ تین طرفہ تقسیم، جو کشمیریوں کی شرکت، مشاورت یا رضامندی کے بغیر کی گئی، عالمی سیاسی تاریخ میں ایک سنگین ظلم کی حیثیت رکھتی ہے۔ کشمیری عوام کو اپنا مقدر طے کرنے کے لیے ریفرنڈم یا حقِ خود ارادیت نہیں دیا گیا، جو اقوام متحدہ کی متعدد قراردادوں اور بین الاقوامی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔
اسی تقسیم کی وجہ سے آج تک کشمیر تشدد، فوجی قبضے، انسانی حقوق کی پامالی اور خود ارادیت سے محرومی کا شکار ہے۔

کشمیر پر بڑی جنگیں

بھارت اور پاکستان نے کشمیر کے نام پر اب تک تین بڑی اور خونریز جنگیں لڑی ہیں۔ یہ جنگیں اگرچہ کشمیر کے نام پر شروع ہوئیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا مقصد مظلوم کشمیری عوام کی بھلائی نہیں بلکہ دونوں ممالک کے فوجی اور سیاسی حکمرانوں کی ذاتی شوم اغراض تھیں۔

پہلی جنگ (1947-1948) آزادی کے فوراً بعد شروع ہوئی۔ دونوں ممالک نے کشمیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ اقوام متحدہ کی مداخلت کے بعد جنگ رکی مگر کشمیر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

دوسری جنگ (1965)پاکستان نے بھارتی کشمیر کے عوام کی حمایت کے بہانے اچانک حملہ کیا مگر بھاری جانی نقصان کے ساتھ ناکام رہا۔ تاشقند معاہدے پر جنگ ختم ہوئی۔

تیسری جنگ (1999 - کارگل جنگ) پاکستانی فوجی جرنیلوں نے کارگل میں دراندازی کی کوشش کی۔ بھارت نے شدید فوجی جواب دیا اور بھاری نقصان کے بعد جنگ ختم ہوئی۔ اس نے دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کو مزید گہرا کر دیا۔

ان تمام جنگوں میں لاکھوں انسان مارے گئے مگر اصل قربانی کشمیر کے بے گناہ عوام نے دی۔ وہ ایک سیاسی تنازع کے درمیان یرغمال بنے رہے، نہ انہیں امن ملا نہ اپنے مقدر پر اختیار۔ ان جنگوں نے مسئلہ حل کرنے کی بجائے دونوں ممالک کے درمیان مستقل دشمنی، فوجی دوڑ اور علاقائی عدم استحکام کو بڑھاوا دیا۔

کشمیری مظلوم عوام پر مظالم

کشمیر، جو کبھی خوبصورتی، ادب، مذہبی رواداری اور قدرتی نعمتوں کا گھر تھا، آج دنیا کا سب سے زیادہ عسکریت زدہ خطہ بن چکا ہے۔ بھارتی اور پاکستانی فوجوں نے اسے اس طرح گھیر رکھا ہے کہ ہر روز ظلم، انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور غیر انسانی سلوک جاری ہے۔

ہزاروں کشمیری بغیر مقدمے کے قتل ہوئے، کئی لاپتہ نہیں، اور باقی کال کوٹھڑیوں میں شدید تشدد برداشت کر رہے ہیں۔ خواتین اور نوجوان لڑکیوں پر فوج کے ہاتھوں جنسی زیادتیاں نہ صرف خاندان بلکہ پوری قوم کی عزت پر حملہ ہیں۔ یہ جرائم مستند ہیں اور عالمی اداروں نے بھی اسے رپورٹ کیا ہے۔

لوگوں کے گھر، دکانیں اور مال فوجی آپریشنز میں بے رحمی سے تباہ کیے جاتے ہیں۔ تعلیمی ادارے بند، طلبہ پر تشدد، صحت کی سہولیات ناپید، کاروبار محدود، روزگار ختم، لوگ اپنے گھروں اور رشتہ داروں سے بھی رابطہ نہیں رکھ سکتے۔

کشمیر آج عالمی انسانی المیوں کی فہرست میں شامل ہے مگر بڑی طاقتوں کے سیاسی مفادات نے اس سانحے کو چھپا رکھا ہے۔ کشمیری زندگی، آزادی، تعلیم، روزگار اور عزت

سے محروم ہیں اور یہ ایک جاری انسانی المیہ ہے جسے مزید نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر: آزادی کے نام پر عسکری نظام

اگرچہ پاکستان عالمی فورمز پر خود کو کشمیریوں کا سب سے بڑا حامی دکھاتا ہے مگر اس کے زیرِ انتظام کشمیر (آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان) میں حقیقت بالکل مختلف ہے۔ یہاں نہ عوام کی حکمرانی ہے، نہ سیاسی آزادی، نہ خود ارادیت کا حق۔

١. سیاسی اور شہری آزادیاں ناپید ہیں۔ بیان، سیاست اور فیصلہ سازی کا حق نہیں دیا جاتا۔ سیاسی سرگرمیاں فوج، ایجنسیوں اور سخت قوانین کے تحت محدود ہیں۔

٢. گلگت بلتستان کو اصل مسئلۂ کشمیر سے الگ کر کے اسے نہ مکمل حقوق دیے گئے، نہ سیاسی اختیار، نہ شناخت اور ملکیت کے حقوق۔

٣. انتخابات تو ہوتے ہیں مگر سب امیدواروں اور جماعتوں کو پاکستان اور اس کی فوج سے "وفاداری" کا حلف لینا پڑتا ہے۔ انتخابات کے پیچھے اصل فیصلہ ساز ایجنسیاں ہیں۔

٤. پاکستان کی فوج ہر بڑے فیصلے کی مالک ہے۔ مقامی قانونی ادارے بے اختیار ہیں اور عوام خود کو لاچار سمجھتے ہیں۔

٥. "آزاد کشمیر" صرف ایک نام ہے۔ حقیقت میں یہ پاکستان کے مرکزی اداروں کے زیرِ انتظام عسکری نظام ہے۔ عوام بھارتی قبضے والے کشمیر کی طرح ہی ظلم، محرومی اور بے بسی کا شکار ہیں۔

پاکستان کشمیری عوام پر ظلم کیوں کرتا ہے؟

یہ ظلم اتفاقی نہیں بلکہ کئی اسٹریٹجک مقاصد کے لیے کیے جاتے ہیں:

- کشمیر کا جغرافیائی مقام (چین، بھارت، وسطی اور جنوبی ایشیا کے درمیان) پاکستان کو علاقائی اثر و رسوخ اور CPEC کی حفاظت کے لیے درکار ہے۔
- کشمیر کا نام پاکستان کی اندرونی سیاست میں استعمال ہوتا ہے: فوج کے لیے اضافی بجٹ، عوام کی توجہ اصلی مسائل (معیشت، کرپشن) سے ہٹانے، بھارت مخالف پروپیگنڈے، عالمی ہمدردی اور امداد حاصل کرنے کے لیے۔
- فوج کشمیر کو "مستقل تنازع" بنا کر رکھتی ہے تاکہ قومی بجٹ کا بڑا حصہ خود لے سکے، سویلین حکومتوں پر دباؤ ڈالے اور اپنی مداخلت کو جواز فراہم کر سکے۔

جو بھی حقوق مانگے، اسے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ رہنما، وکیل، صحافی، سول سوسائٹی کارکن بغیر مقدمے کے جیلوں میں ڈالے جاتے ہیں، میڈیا پر پابندی، انٹرنیٹ بند،

اور حقیقی نمائندوں کی جگہ فوج کے پسندیدہ افراد مقرر کیے جاتے ہیں۔
یعنی پاکستان کشمیر کو ایک علاقے کی بجائے سیاسی اور فوجی ہتھیار کے طور پر دیکھتا ہے۔ کشمیریوں کو نہ آزادی دی، نہ عزت، نہ بنیادی حقوق۔ یہ شطرنج کی ایک اسٹریٹجک بساط ہے جس کے مہرے کشمیری عوام ہیں۔

کشمیریوں کو پاکستان کی پارلیمنٹ، کابینہ اور اداروں میں جگہ کیوں نہیں ملتی؟

یہ ایک گہری اور منظم پالیسی ہے۔ پاکستان کشمیر کو رسمی طور پر اپنا حصہ نہیں مانتا مگر عملی طور پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے کشمیریوں کو کوئی رسمی سیاسی حق نہیں۔
آئین میں انہیں مکمل شہریت، شہری حقوق یا سیاسی شرکت کی ضمانت نہیں۔ "آزاد کشمیر" میں انتخابات فوج اور ایجنسیوں کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ گلگت بلتستان کے لوگ تو پارلیمنٹ میں بھی مکمل نمائندگی سے محروم ہیں۔ کابینہ، پارلیمنٹ یا فوج میں کشمیری صرف شو پیس کے طور پر موجود ہوتے ہیں، فیصلہ سازی کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ سب صرف نمائش کے لیے ہے۔

پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر میں ترقی، تعلیم اور سہولیات کیوں نہیں؟

دونوں علاقے (آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان) غربت، معاشی پسماندگی اور شدید محرومی کا شکار ہیں۔ پاکستان کا مقصد "حقیقی ترقی" نہیں بلکہ "سیاسی فائدہ" ہے۔ کشمیر کا نام صرف بھارت مخالف نعروں کے لیے استعمال ہوتا ہے، عوام کی فلاح کے لیے نہیں۔
بنیادی ڈھانچہ تباہ حال یا ناپید ہے۔ تعلیمی ادارے ناکافی، معیار انتہائی کمزور۔ ہسپتالوں میں سہولیات اور ڈاکٹر نہیں۔ نوجوان روزگار نہ ملنے پر پنجاب، سندھ یا خیبر پختونخواہ میں مزدوری کرنے پر مجبور ہیں۔
یہ ایک دانستہ پالیسی ہے تاکہ عوام غربت، جہالت اور محرومی میں رہیں اور سیاسی شعور نہ پیدا کر سکیں۔

کشمیری عوام (خاص طور پر پاکستان کے زیرِ انتظام) کو اب کیا کرنا چاہیے؟

- کشمیر کی آزادی اور خود ارادیت کی واحد مؤثر راہ یہ ہے کہ قوم شعور، اتحاد اور مسلسل، سیاسی اور جہادی جدوجہد کی طرف بڑھے۔ جو قوم اپنی شناخت، ثقافت اور زبان بچا لے، کوئی قبضہ کرنے والا اس پر دیرپا تسلط نہیں جما سکتا۔
- مظاہروں، قلم، میڈیا، تحقیقی مقالوں اور عالمی قانونی فورمز کے ذریعے آواز بلند کریں۔

داخلی انتشار قابضین کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اس لیے ایک قوم، ایک آواز اور ایک مقصد پر متحد ہوں۔

- ہر ظلم کو دستاویزی شکل میں ریکارڈ کریں، عالمی میڈیا، اقوام متحدہ، او آئی سی، یورپی یونین وغیرہ تک پہنچائیں۔ عالمی دباؤ قابضین کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے۔
- تعلیم اور فکری بیداری کو آزادی کی فکر کے بنیادی ستون بنائیں۔ پاکستان اور بھارت کے ثقافتی اور فوجی تسلط سے نجات حاصل کریں۔
- پاکستان کے زیرِ انتظام اداروں اور "آزادی" کے نام پر قائم عسکری نظام کو بے نقاب کریں۔ عوام کو سمجھائیں کہ یہ "آزاد کشمیر" نہیں، فوج کی ایک نمائشی کالونی ہے۔
- فلسطینیوں، بلوچوں، کردوں، ایغوروں جیسی مظلوم قوموں سے تجربات شیئر کریں اور عالمی صحافیوں، محققین کو کشمیر کی حقیقت دکھائیں۔

اختتامیہ

کشمیریوں کو سمجھنا ہوگا کہ پاکستان ان کے مقدر کا مالک نہیں۔ اپنے حق، عزت، شناخت، اختیار اور سرزمین کا دفاع صرف ایک متحد، باشعور اور جدوجہد کرنے والی قوم ہی کر سکتی ہے۔ اب وقت ہے کہ وہ غلامی سے نکل کر حقیقی آزادی کی طرف قدم بڑھائیں۔

کشمیر کا مسئلہ محض ایک علاقائی تنازع نہیں بلکہ ایک مظلوم قوم کی شناخت، عزت اور انسانی وقار کی جنگ ہے۔ 1947 سے یہ قوم جیو پولیٹیکل کھیلوں، فوجی سودوں اور اسٹریٹجک مقاصد کی بھینٹ چڑھتی آ رہی ہے۔ پاکستان اس سے اپنے فوجی اور سیاسی مفادات پورے کر رہا ہے اور عالمی طاقتیں خاموش تماشائی بنی ہیں۔

کشمیر کے بنیادی انسانی حقوق مسلسل پامال ہو رہے ہیں۔ امن، ترقی اور انصاف کی بجائے ان پر جنگ، سنسرشپ، ناانصافی اور معاشی تباہی مسلط کی گئی ہے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ دنیا کے انصاف پسند انسان، عالمی تنظیمیں، اسلامی دنیا اور انسانی حقوق کے کارکن کاغذی بحث چھوڑ کر کشمیر کے منصفانہ حل پر توجہ دیں۔ کشمیری عوام کو اپنا حقِ خود ارادیت، اپنا مقدر خود طے کرنے اور اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کا حق ملنا چاہیے۔ وہ مزید فوجی کھیلوں کا مہرہ نہیں بن سکتے۔

اقوامِ متحدہ کا اجلاس؛ پاکستان کا نہ ختم ہونے والا گمرہ کن بیانیہ

تحریر : عبدان صافی

دنیا میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو شدت، اعتماد اور مسلسل حقیقت سے دور دعوے کرتے ہیں کہ بعد میں خود ان کے لیے بھی سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلسل بے بنیاد باتوں کے باعث ان کا ضمیر رفتہ رفتہ مر جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ خود اپنی گھڑی ہوئی اور خود ساختہ کہانیوں کے اسیر بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ صرف دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ خود بھی جھوٹ کی دنیا میں قید ہو جاتے ہیں اور حقیقت کی روشنی سے محروم رہتے ہیں۔

اسی گروہ میں پاکستان اور اسٹیبلشمنٹ کے حکام بھی شامل ہیں جو اپنے مفادات کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں اور پڑوسی ممالک پر الزامات لگانے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ اپنی ناکامیوں کا الزام ہمیشہ افغانستان اور بھارت پر لگاتے ہیں اور ہر فورم اور ہر اسٹیج پر افغانستان میں دہشت گرد گروہوں کی موجودگی کے حوالے سے غلط معلومات پھیلا کر دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

افغانستان پر ایسے الزامات کی حقیقت کیا ہے؟

گزشتہ روز اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے ایک اجلاس میں ایک بار پھر یہ دعویٰ دہرایا گیا کہ گویا افغانستان میں ”دہشت گرد“ گروہ موجود ہیں جو دنیا اور خطے کے امن کے لیے بڑا خطرہ ہیں۔ پاکستان کی جانب سے خاص طور پر داعش، تحریک طالبان پاکستان اور بلوچ حریت پسندوں کا ذکر کیا گیا۔

داعش، تحریک طالبان پاکستان اور بلوچ حریت پسندوں کا معاملہ نیا نہیں بلکہ یہ عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے، اور ایک ایسے مسئلے کے لیے جس کی عمر امارتِ اسلامیہ افغانستان کے قیام سے بھی زیادہ ہے، الزام تراشی یا موردِ الزام ٹھہرانا کسی طور مناسب نہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان کسی بھی ملک کے خلاف اپنی سرزمین کے استعمال کی اجازت کسی کو نہیں دیتی اور یہ بات عملی طور پر ثابت بھی کرچکی ہے۔

تحریک طالبان پاکستان اور بلوچ حریت پسند اپنی ہی سرزمین پر موجود ہیں اور وہیں

سے اپنی سرگرمیاں چلاتے ہیں۔ پاکستان کے کئی نامور سیاستدان بارہا پریس کانفرنسوں اور انٹرویوز میں کھلے عام کہہ چکے ہیں کہ خیبرپختونخوا کے کئی اضلاع جیسے وزیرستان، ٹانک، ڈیرہ اسماعیل خان، لکی مروت، خیبر اور دیگر علاقے عملاً تحریک طالبان پاکستان کے قبضے میں ہیں اور وہاں متوازی حکومت قائم ہے۔

باجوڑ میں پاکستانی اداروں اور حکومت کی مرضی سے مقامی عمائدین کے ساتھ امن کے لیے جرگے منعقد کیے جاتے ہیں اور ان جرگوں کی ویڈیوز بھی جاری ہو چکی ہیں، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تحریک طالبان پاکستان اپنی ہی سرزمین پر موجود ہے اور وہیں سے اپنی سرگرمیوں اور کارروائیوں کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

اسی طرح بلوچ حریت پسند بھی وہیں موجود ہیں جنہوں نے حالیہ دنوں میں بلوچستان کے کئی بڑے شہروں اور قصبوں جیسے پنجگور، پنجگڑ، خاران، کیچ اور سوراب پر وقتی طور پر قبضہ کیا اور وہاں دو سے تین دن تک موجود رہے۔ اس کے علاوہ وہ ماہانہ کئی بار پاکستان اور بلوچستان کے درمیان شاہراہوں پر ناکے لگاتے ہیں، پاکستانی فوجیوں کی تلاشی لیتے ہیں، انہیں گاڑیوں سے اتارتے ہیں اور یرغمال بناتے ہیں۔

یہ سب اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ بلوچ حریت پسند اپنی ہی سرزمین پر موجود ہیں اور انہیں افغانستان کی زمین استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ، اتنی بڑی تعداد میں سرحد پار کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ پاکستان حکومت کے اپنے دعوؤں کے مطابق انھوں نے اپنی سرحد محفوظ بنا رکھی ہے۔

داعش خراسان کہاں ہے؟

داعش کی ابتدا پاکستان کی سرزمین، خیبر ایجنسی میں ہوئی تھی، جسے بعد میں اپنے مفادات کے لیے افغانستان منتقل کیا گیا۔

امارت اسلامیہ کے دوبارہ قیام کے بعد ایسی بیرونی سوچ رکھنے والے گروہوں کے خلاف، جیسے داعش، اتنے مؤثر اقدامات کیے گئے ہیں کہ کوئی اور ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا، دعویٰ کرنا تو دور کی بات ہے۔ انہی سخت اور مؤثر اقدامات کی بدولت افغانستان میں داعشی خوارج کی جڑیں ختم کر دی گئیں اور ان کے باقی ماندہ عناصر پڑوسی ملک بھاگ گئے، جو شروع ہی سے ان کا اصل ٹھکانہ اور مرکز تھا۔ وہاں پاکستانی خفیہ اداروں نے انہیں گلے لگایا اور بلوچستان میں ان کے لیے مراکز قائم کرکے دوبارہ انہیں مسلح اور فعال بنایا تاکہ اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر سکیں۔

پاکستانی خفیہ اداروں نے بڑے فریب کے ساتھ داعشی خوارج کے کچھ افراد کو گرفتار کیا، جن میں شریف اللہ عرف جعفر اور اوغوز التون شامل تھے، اور شریف اللہ کو بعد میں بھاری رقم کے عوض امریکہ کے حوالے کر دیا۔

اس سے آگے، چند ماہ قبل بلوچستان کے مستونگ علاقے میں داعشی خوارج کے مراکز پر حملے کیے گئے جن میں داعش کے متعدد ارکان ہلاک ہوئے۔ اب سوال یہ ہے کہ داعش کے مراکز اور اتنے زیادہ داعشی بلوچستان میں کیا کر رہے تھے؟ پھر داعش نے کھلم کھلا ایک ویڈیو میں اعلان کیا کہ وہ اس حملے کا بدلہ بلوچ حریت پسندوں سے لے گی۔

یہ تمام شواہد واضح کرتے ہیں کہ داعش کے مراکز پاکستان کے صوبے بلوچستان میں ہیں اور اس حوالے سے افغانستان پر الزامات لگانا حقیقت سے دور اور غلط فیصلہ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ افغانستان میں متعدد داعشی خوارج گرفتار کیے گئے اور ان کے اعترافی بیانات بھی "المرصاد" سے نشر کیے گئے جن میں انہوں نے واضح کیا کہ انہیں بلوچستان کے مراکز سے نہ صرف افغانستان بلکہ خطے کے دیگر ممالک میں تخریبی کارروائیوں کے لیے بھیجا جاتا تھا۔

اقوامِ متحدہ کے ان الزامات کے پیچھے عوامل کیا ہیں؟

اقوامِ متحدہ جو امریکہ کے اثر و قوت کے تحت ہے، وہی کچھ کہتی ہے جس سے امریکہ خوش ہو۔ امریکہ کے پاس افغانستان میں شرمناک شکست کے بعد اب کچھ نہیں بچا سوائے اس کے کہ وہ افغانستان کی امارت اسلامیہ کے خلاف پروپیگنڈا کرے اور انہیں بدنام کرنے کی کوشش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار ان تکراری الزامات کو دہراتے ہیں تاکہ اپنی شکست کا غصہ نکال سکیں۔

امریکہ اور اقوامِ متحدہ اپنی پالیسیوں اور نظریات کے نفاذ کے لیے ایسی نشستوں اور رپورٹس کو دباؤ کے آلے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو کئی بار امریکی خفیہ اداروں اور آزاد اداروں نے افغانستان کی موجودہ حکومت کی داعش کے خلاف اقدامات کی تعریف کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان نے یہ اقدامات اپنی عوام کے تحفظ کے لیے کیے ہیں، نہ کہ کسی کی تعریف یا بیرونی مفاد کے لیے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ افغانستان کے بارے میں پاکستان کی رپورٹوں پر انحصار کرتی ہے، جو بغض اور ذاتی مخالفت سے بھری ہوتی ہیں۔ پاکستان ہر عالمی

پلیٹ فارم پر افغانستان کو بدنام کرنے کے لیے بیانات دیتا ہے اور الزامات لگاتا ہے، لیکن اس کے برعکس افغانستان کو یہ موقع نہیں دیا گیا کہ وہ ان الزامات اور جھوٹ کا جواب دے سکے۔

ہونا کیا چاہیے؟

اگر اقوامِ متحدہ واقعی حقائق کی تلاش میں ہے تو افغانستان کے بارے میں متعصب ہمسایہ ممالک کی رپورٹوں اور جھوٹ کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرے بلکہ براہِ راست امارت اسلامیہ سے رابطہ قائم کرے اور حقائق جاننے کی کوشش کرے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے حقیقی اور مؤثر اقدامات کا احترام کیا جانا چاہیے اور الزامات لگانے کے بجائے امارت اسلامیہ کا ساتھ دینا چاہیے تاکہ مسائل کے حل کے لیے ایک پائیدار راستہ نکل سکے۔

۲۴ اسد؛ غلامی کا خاتمہ، عزت و وقار کا آغاز!

تحریر : شمس آرین

افغانستان کی تاریخ کے اوراق قربانیوں اور فدا کاریوں سے مزین ہیں، ۱۵ اگست ۲۰۲۱ عیسوی اور ۲۴ اسد ۱۴۰۰ ہجری شمسی کا دن ایک ایسا باب بن کر ثبت ہوا جس نے آزادی، ایمان اور عزت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجا دیا۔ یہ وہ دن تھا جب امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے بیس سالہ جہاد کا آخری ثمر حاصل کیا اور کفر کے تسلط کا آخری قلعہ، قصرِ کابل سے اکھاڑ پھینکا۔

یہ دن محض ایک سیاسی کامیابی نہیں تھا، بلکہ ان لاکھوں شہداء کے خواب کی تعبیر تھا جنہوں نے اللہ کے کلمے کی سربلندی اور وطن کی آزادی کے لیے اپنے سروں کو شہادت کے تاج سے آراستہ کیا۔ ہر گلی، ہر وادی اور ہر پہاڑ کی آغوش ان قربانیوں کی گواہ ہے۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایمان کی تلوار، صبر کی ڈھال اور توکل کی زرہ پہن کر ایسی جنگ لڑی کہ دنیا حیران رہ گئی۔

جدید ٹینکوں، بمباری اور ٹیکنالوجی کے مقابل انہوں نے تکبیر اور جہاد کی صدا بلند کی اور یہ ثابت کیا کہ جب اللہ کسی قوم کا مددگار ہو تو کوئی طاقت اُسے مغلوب نہیں کر سکتی۔ ۲۴ اسد کو کابل کی فضا تکبیروں کی گونج سے لرز اٹھی، آزادی کے لہراتے پرچم عوام کے آنسوؤں، مسکراہٹوں اور تکبیروں سے رنگین ہو گئے۔ یہ دن امید کا دن تھا، ذلت کی زنجیروں سے نجات کا دن، اور اسلامی حاکمیت کی تجدید کا دن تھا۔

یہ کامیابی ایک دن کا معجزہ نہیں تھی، بلکہ بیس برس کے طویل اور صبر آزما سفر کا نتیجہ تھی۔ وہ سفر جس میں مجاہدین نے برف پوش پہاڑوں پر راتیں گزاریں، دشمن کے حملوں اور بمباری کے سامنے ڈٹے رہے، بھوک، پیاس اور بے سروسامانی کے باوجود ایمان کے مورچے کو نہ چھوڑا۔

ان کی قربانیاں صرف محاذِ جنگ تک محدود نہ تھیں، بلکہ وہ عوام کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کو ڈھال بناتے، عزتوں کی نگہبانی کرتے، یتیموں کی کفالت کرتے اور شہداء کے خاندانوں کو اپنا حصہ سمجھتے۔ ان کی یہی قربانیاں اور اخلاق ملت کے دلوں کو ان

سے جوڑ گئے۔ شہادت کی داستانیں اس سفر کے سب سے روشن ابواب ہیں، وہ نوجوان جو نکاح سے پہلے محاذ پر دوڑ پڑے، وہ باپ جو بیٹے کی میّت پر کہتا: "الحمدللہ! میرا بیٹا اللہ کی راہ میں شہید ہوا" یہ سب اس کامیابی کی بنیادیں ہیں۔

۲۴ اسد کو افغانستان ایک بار پھر اسلامی حاکمیت کے سایے میں آ گیا۔ یہ دن وطن کی آزادی اور امت کی عزت کی علامت بن گیا، اور دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اگر ایک قوم یکجان ہو جائے تو دنیا کا سب سے طاقتور جارح بھی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ امارت اسلامیہ کی واپسی محض جغرافیے کی آزادی نہیں تھی، بلکہ عقیدے، ثقافت اور اقدار کی حفاظت بھی تھی۔ یہ دن اس بات کا ثبوت ہے کہ جہاد صرف ہتھیاروں کی جنگ نہیں، بلکہ صبر، حکمت اور اتحاد و اتفاق کا نام ہے۔

آج جب ہم ۲۴ اسد کی سالگرہ مناتے ہیں، تو ہمیں ان تمام قربانیوں اور دعاؤں کی قدر کرنی چاہیے جو اس دن کے آنے کا سبب بنیں۔ ہمیں وحدت، خدمت اور ایمان کی راہ پر ثابت قدم رہنا ہے تاکہ اس عظیم انقلاب کی کامیابیاں ہمیشہ قائم و دائم رہیں۔

شہید اختر محمد منصور: وہ شخصیت جو تاریخی طور پر ثابت قدم رہی!

تحریر : جنید زاهد

وہ شخصیت جو گہری خاموشی میں حکمت اور تدبیر کی حامل تھی، وسیع بصیرت اور مستقبل کی پیش بینی کی علامت تھی، وہ جس کے لیے امت مسلمہ کا مستقبل انتہائی اہم باعث فکر تھا۔

وہ امت کے اتحاد اور مسلمانوں کے صفوں کو منظم کرنے کے خیال میں کس قدر غرق تھا یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔ وہ دین اور اسلامی نظام کے دشمنوں کو، خواہ وہ کسی بھی لباس یا پردے میں ہوں، بہت اچھی طرح پہچان لیتا تھا۔ وہ فریب دینے والوں کے مکروہ عزائم اور نئے استعمار کے پردے میں چھپے استعماری سوچ کے خفیہ رخنوں سے بخوبی آگاہ تھا۔

دشمن کے مختلف پردوں میں چھپے ہونے نے کبھی بھی، حتیٰ کہ ایک لمحے کے لیے بھی، جہاد کی مقدس راہ اور اسلام کی دعوت کے راستے پر اس کے قدموں کو متزلزل نہیں کیا۔ اس کا عزم فولادی تھا، اس کا حکم قبول کیے جانے کے قابل تھا، اور اس کی نگاہ محبت اور شفقت سے لبریز تھی۔

وہ خوارج جو اسلام کے ظہور کے تاریخ میں، دنیا میں کینسر کی گانٹھ کی طرح اسلامی ممالک کی جغرافیائی ساخت میں موجود تھے، شہید اختر محمد منصور کی نظر میں حقیقی دشمن اور بدترین ناسور تھے، جنہیں ختم کرنا ضروری تھا۔

جہاد کی تاریخ کی اس عظیم شخصیت کے نابغہ خیال میں، خوارج جیسا سیاہ باطنی دشمن سب سے بدترین دشمن سمجھا جاتا تھا۔ وہ میدانِ جہاد میں اتر کر فساد اور تباہی سے لڑتا تھا، اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ یہ فساد اور وحشت کس پردے یا کس نام کے ساتھ سامنے آئی ہو۔

خطے میں تاریکی اور سیاہ دور کے عروج پر، وہ مجاہدین کے لیے چراغ کی مانند تھا اور ان کا رہبر و رہنما بنا۔ خوارج اور ان کے دیگر اتحادیوں کے باطل خیالات کا سایہ اس کی کوششوں اور جدوجہد سے سکڑ گیا تھا۔

وہ امت کے عـزت کے لیے میدانِ جہاد میں اترا تھا، اور ہر اس شخص کو، جو کسی بھی لبادے یا فکر کے ساتھ امت مسلمہ کی عزت و وقار کی راہ میں حائل ہوتا، اسے نیست و نابود کر دیتا تھا اور اس کی جڑوں اور بنیادوں کو اکھاڑ پھینکتا تھا۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے تدبیر اور امارت کے ساتھ دنیا خوبصورت ہوتی اور اس میں انصاف کی فراوانی ہوتی...

افغانستان کے کہساروں سے تاریخ کے زریں اوراق تک!

تحریر : عزیز حسام

بارہ برس قبل، اسی دن، افغانستان کی معاصر تاریخ کا ایک درخشاں ستارہ -- وہ مردِ مجاہد جس نے وطن کو تباہی اور بربادی کے دلدل سے نجات بخشی -- دنیائے فانی سے رخصت ہوا اور دربارِ حق میں حاضر ہوا۔

امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، امارت اسلامیہ کے بانی اور پہلے امیر، وہ عظیم رہنما تھے جنہوں نے ایسے نازک وقت میں قیادت سنبھالی، جب وطن اندرونی وبیرونی بحرانوں میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن ان کے پیشِ نظر ایک مبارک مقصد اور عظیم ارمان تھے۔

انہوں نے اپنی جہادی راہ میں بےشمار مصیبتیں اور آزمائشیں برداشت کیں، لیکن ان کی استقامت کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی جہاد کا دامن نہ چھوڑا اور نہ ہی میدانِ جدوجہد سے پیچھے ہٹے۔ کمیونسٹ حکومت کے سقوط اور خانہ جنگیوں کے آغاز کے بعد، افغانستان ایک نہ ختم ہونے والے بحران میں داخل ہو چکا تھا۔

ایسے ہی ایک تاریک دور میں ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ میدان میں اترے۔ طالبان تحریک کی بنیاد رکھی، خانہ جنگیوں کا خاتمہ کیا، اور پہلی مرتبہ افغانستان کی تاریخ میں ایک ایسا نظام قائم کیا جو خالص اسلامی شریعت پر مبنی تھا۔

امارت اسلامیہ افغانستان، خصوصاً اپنے ابتدائی برسوں میں، تمام تر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود، ملک میں امن قائم کرنے میں کامیاب رہی۔

جب افغانستان کی مظلوم عوام ملک کے مختلف حصوں میں ظلم و ستم کا شکار تھے، امارت اسلامیہ نے، ملا محمد عمر مجاہدؒ کی قیادت میں، عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ امن وامان بحال کیا اور ان مجرم گروہوں کا راستہ روکا جنہوں نے وطن کو فتنہ و فساد کا شکار بنا رکھا تھا۔

امارت اسلامیہ نے اپنے پہلے پانچ سالہ دورِ حکومت میں افغانستان کی متعدد مشکلات کو حل کیا۔ افغان عوام نے ملک کے طول و عرض میں امن کی بہاریں دیکھیں اور وطن کو

بحرانی کیفیت سے نجات ملی۔
اس وقت افغانستان ایک خودمختار اسلامی ملک کے طور پر پہچانا جانے لگا، جس کا نظام اسلامی قوانین پر استوار تھا۔ گذشتہ ادوار میں رائج بدعنوانی، انتشار اور ملوک الطوائفی کو ختم کرنے کے لیے سنجیدہ کوششیں ہوئیں۔
اسی دور میں ترقیاتی منصوبے شروع کیے گئے، شریعت پر مبنی عدالتی نظام نافذ ہوا، اور جرائم کی شرح میں نمایاں کمی آئی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ملا محمد عمر مجاہدؒ ان اصولوں کے نفاذ کی ذاتی طور پر نگرانی کرتے اور ہمیشہ اسلامی قوانین و شریعت کے نفاذ پر زور دیتے تھے۔
۲۰۰۱ء میں جب امریکی قابض افواج اور ان کے اتحادیوں نے افغانستان پر حملہ کیا، تو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے عوامی نقصانات سے بچنے کے لیے شہروں سے پسپائی اختیار کی۔
لیکن یہ پسپائی، نہ تو جدوجہد کا خاتمہ تھی اور نہ ہی راہِ جہاد کی انتہا۔ امیرالمؤمنین ملا محمد عمررحمہ اللہ اور ان کی زیرِ قیادت تمام مجاہدین نے پسپائی کے باوجود مزاحمت جاری رکھی، اور باوجود اس کے کہ دنیاوی وسائل موجود نہ تھے، وقت کے طاغوت کے خلاف ثابت قدمی سے برسرِ پیکار رہے۔
امیرالمؤمنین ملا محمد عمرؒ نے کبھی بھی مغرب کے مطالبات اور دباؤ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کیا، بلکہ عالمی اور اندرونی خطرات کے مقابلے میں بھی اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔
وہ ایک عام رہنما نہیں تھے؛ قیادت کی بے مثال صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ، ان کا یقین تھا کہ ذمہ داریاں اصولوں کی بنیاد پر تقسیم ہونی چاہییں، نہ کہ شخصی وابستگیوں کی بنیاد پر، وہ دنیا کے دیگر لیڈروں کی طرح شہرت یا خودنمائی کے خواہاں نہیں تھے۔ ان کا معیار صرف اور صرف اسلامی شریعت کا نفاذ تھا۔
بالآخر ۱۳۹۲ھ (مطابق ۲۰۱۳ء) میں، امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، امارت اسلامیہ کے بانی اور جارحیت کے خلاف جہاد کے علمبردار، اپنے رب سے جا ملے۔ یہ اندوہناک خبر، وقت کے تقاضوں اور جہادی مصلحتوں کی بنا پر، دو سال تک پوشیدہ رکھی گئی۔ اس خبر کو خفیہ رکھنا، ان قائدین جہاد کے فکر و تدبر کا نتیجہ تھا، جنھوں نے اپنی جان، مال اور اولاد کی قربانی دے کر شعائر اسلام اور وطن کی آزادی پر آنچ نہیں آنے دی۔

آج جب امارت اسلامیہ ایک بار پھر اس سرزمین پر حاکم ہے، تو ہر مجاہد اور مسلمان پر لازم ہے کہ شہداء کے خون کی اس امانت کی حفاظت کرے، اور ملا محمد عمرؒ جیسے سچے رہنماؤں کی قربانیوں کو ضائع نہ ہونے دے۔

واقعی، اب وقت آن پہنچا ہے کہ ہم مضبوط ایمان، عملی تقویٰ اور خالص خدمت کے جذبے کے ساتھ امارت اسلامیہ کی بنیادوں کو مستحکم کریں — اس نظام کو جو ہمارے کندھوں پر ایک سنگین اور ربانی امانت کے طور پر رکھا گیا ہے، اور جس کے استحکام کے لیے ملا محمد عمر مجاہدؒ جیسے عظیم لوگوں نے بغیر کسی دنیاوی توقع کے اپنی جانیں قربان کیں۔

آج ہم اس راہ کے راہرو ہیں جو ہزاروں شہیدوں کے خون سے رنگین ہے، اور ہم پر لازم ہے کہ اسلامی اقدار کی حفاظت کرتے ہوئے توحید کا پرچم اس سرزمین پر بلند رکھیں۔

عالمی عدالت کونسا انصاف فراہم کرتی ہے؟

تحریر : شریف باور

ایک ایسے دور میں جب ہر روز سینکڑوں فلسطینی بچے اسرائیل کی صہیونی رژیم کی بمباری تلے خون میں نہا رہے ہیں، "عالمی عدالت انصاف" نامی ایک عدالت انسانیت کے خلاف یہ تمام جرائم اور مظالم کو نظر انداز کر تی ہے، اور امارت اسلامیہ افغانستان کے ان رہنماؤں کو جو برسوں کے جہاد اور جدوجہد کے بعد بہادری اور دلیری سے اپنے ملک میں آزادی، سکیورٹی اور امن قائم کر چکے ہیں، قید اور مقدمہ چلانے کی دھمکی دیتی ہے۔

یہی وہ انصاف ہے جس پر مغرب فخر کرتا ہے؛ وہ انصاف جو غزہ کے بچوں کے قتل پر آنکھیں بند کر لیتا ہے، لیکن افغانستان میں ان لوگوں کے مقدمے کی تلاش میں ہے جنہوں نے اس سرزمین پر امن قائم کیا۔

امارت اسلامیہ افغانستان اپنی دانشمند اور مدبر قیادت کی سربراہی میں برسوں کی بدامنی اور جنگ کے بعد لوگوں کے لیے امن اور استحکام لائی ہے۔ اس حکومت کے قوانین اسلامی شریعت سے اخذ کیے گئے ہیں؛ وہ شریعت جو صدیوں سے انسانیت کے لیے انصاف لایا ہے، لیکن آج مغرب کی عدالتوں میں انسانیت کے خلاف جرم کے طور پر سزا پاتا ہے! کیا یہی وہ انصاف ہے جس پر دنیا فخر کرتی ہے؟

عالمی عدالت، اس بے اختیار ادارے نے بارہا ثابت کیا ہے کہ یہ صرف بڑی طاقتوں کے ہاتھوں میں ایک آلہ ہے۔ یہ عدالت جو اسرائیل کے قتل عام کے سامنے خاموش ہے، آج اس قیادت کے خلاف حکم جاری کرتی ہے جس نے افغانستان کو قابضین کے پنجوں سے آزاد کرایا ہے۔

کیا یہ کھلا تعصب خود ایک بڑا جرم نہیں ہے؟ کیا غزہ کے مرد، عورتیں اور بچے انسان نہیں ہیں؟ آپ کے خود بنائے ہوئے قوانین انہیں کیوں شامل نہیں کرتے؟ آپ اسرائیل کی صہیونی رژیم کا مقدمہ کیوں نہیں چلاتے؟

امارت اسلامیہ کا سربراہ، ایک ایسا شخص ہے جس نے تدبیر اور دانائی سے افغانستان

زور دیتا ہے، آج ایک ایسی تنظیم کی طرف سے موردِ الزام ٹھہرایا جا رہا ہے جو خود مغربی سیاستدانوں کے سائے تلے کام کرتی ہے۔ یہی وہ عدالت ہے جس نے غزہ کے بچوں کے قصاب یعنی نیتن یاہو کے خلاف گرفتاری کا ایک حکم بھی نافذ نہیں کیا۔

آج دنیا انصاف کی ایک تمسخر آمیز نمائش کی گواہ ہے؛ وہ انصاف جو صرف کمزوروں کے لیے نافذ ہوتا ہے۔ لیکن افغانستان کے لوگ اپنے پختہ ایمان کے ساتھ جانتے ہیں کہ صرف الہیٰ انصاف ہی ہے جو دنیا پر غالب آئے گا۔ مغرب کی بنائی ہوئی عدالتیں کبھی بھی ہمارے رہنماؤں کی مشروعیت کو سوالوں کے گھیرے میں نہیں لا سکتیں۔

حقیقی انصاف وہ ہے جو قرآن کریم کی حیات بخش آیات سے اخذ کیا جائے، نہ کہ بے اختیار عدالتوں کے سفارشی احکامات میں۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ سیاسی عدالتیں جو طاقت کے مالکوں کی نگرانی میں حقیقت کی جڑوں پر کلہاڑی چلاتی ہیں، ہماری نظر میں کوئی اختیار یا جواز نہیں رکھتیں اور ان کے احکامات کالعدم ہیں۔

پانچویں فصل
مختلف تحریریں

کابل کی فتح؛ امریکہ کے تابوت پر آخری کیل!

تحریر : سلنڈرڈ سینٹ

سقوطِ کابل، جو اگست ۲۰۲۱ء میں پیش آیا، یہ امریکہ کے لیے کوئی اچانک ناکامی نہیں تھی؛ بلکہ یہ اس طویل سانحے اور المیے کا آخری پردہ تھا، جو اُس غلط فہمی کے زخم سے جنم لے چکا تھا، جو امریکہ کو اُس دنیا کے بارے میں لاحق تھی جس پر وہ حکمرانی کرنا چاہتا تھا۔

میں نے کئی سال خفیہ اداروں کے درمیان گزارے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اندھا پن دن بدن کیسے بڑھتا گیا۔ پالیسیوں کی بنیاد حقائق پر نہیں، بلکہ دِل کو بہلانے والے خیالات پر رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہم طاقت سے عقائد کو توڑسکتے ہیں اور انسانوں کے ایمان کو بمباری کی آگ تلے جھکا سکتے ہیں، مگر ہم غلط تھے؛ بہت، بہت زیادہ غلط!

۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد، ہم خود کو تسلی دیتے رہے کہ یہ حملے بے وجہ نفرت کا نتیجہ تھے۔ ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے کہ ۱۱ ستمبر کے منصوبہ سازوں کو نہ صرف یہ احساس تھا کہ وہ حق کے راستے پر ہیں، بلکہ انہوں نے اسے اپنے اوپر فرض بھی سمجھا تھا۔ وہ ایک دفاعی جہاد کا فریضہ ادا کر رہے تھے، جو دہائیوں پر محیط امریکی فوجی جارحیت، اقتصادی پابندیوں اور مسلمانوں کی مقدس سرزمین کی توہین کے خلاف ایک لازم ردعمل تھا۔

وہ نائن الیون کے واقعے کو محض ایک اتفاقی تشدد نہیں سمجھتے تھے؛ بلکہ اسے مزاحمت کی ایک اور شکل کا تسلسل قرار دیتے تھے۔ چاہے ہم اس منطق کو سمجھتے یا نہیں، اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

ہم اگر اس بات سے انکار کریں کہ ان کے نقطۂ نظر کو سنجیدگی سے دیکھیں، تو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ہم وہی غلطیاں بار بار دہراتے رہیں گے جنہوں نے اس ردعمل کو جنم دیا تھا۔

میں وہ لمحہ کبھی نہیں بھول سکتا جب میری آنکھوں کے سامنے امریکی وزیرِ دفاع ڈونلڈ

رمزفیلڈ کو یہ خبر دی گئی کہ ملا محمد عمر نے اسامہ بن لادن کو حوالے کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ رمزفیلڈ غصے سے سرخ ہو گیا؛ اس نے اپنی کہنی میز پر ماری اور غصے سے بھرپور چیختے ہوئے کہا:

”یہ آدمی اتنا ضدی کیوں ہے؟ یہ لوگ عقل کیوں نہیں رکھتے؟“

پھر اُس نے میری طرف دیکھا، میں ایک نوجوان افسر تھا اور ابھی تک اس اہم اجلاس میں شمولیت پر حیرت زدہ خاموش کھڑا تھا۔ اُس نے مجھے گھور کر دیکھا اور زور سے چلّایا:

”اچھا، تم بتاؤ! کتنے بم اُن پر گرانے پڑیں گے تاکہ عمر اس نافرمان کو ہمارے حوالے کر دے؟“

میں خوف اور احترام کے جذبات میں کھڑا تھا، دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، مگر سانسیں سمیٹ کر میں نے صرف وہی ایک بات کہی جو مجھے سمجھ میں آئی:

”صاحب، جتنے زیادہ بم اُن پر گرائیں گے، اُن کا عزم اُتنا ہی مضبوط ہوگا۔“

رمزفیلڈ، جس نے پیٹھ پھیر لی تھی، اچانک بجلی کی طرح پلٹا اور فائلوں سے بھرا ایک بھاری فولڈر کمرے کے ایک کونے کی طرف اچھال دیا؛ اگرچہ اُس کا مقصد کسی کو نشانہ بنانا نہیں تھا، مگر مجھے جھکنا پڑا تاکہ اس ضرب سے بچ سکوں۔ اُس لمحے یہ سب کچھ اُن بہت سے سخت مناظر میں سے ایک لگ رہا تھا جن سے ہم پہلے بھی آشنا تھے، مگر بعد میں، جب جنگ سال بہ سال ہمارے قابو سے باہر ہوتی گئی اور حقائق سامنے آنے لگے، تب مجھے اندازہ ہوا کہ اُس لمحے نے ایک عظیم راز بے نقاب کیا تھا۔

اُس عمارت میں، جہاں دنیا کی سپر پاور اور طاقتور لوگ بیٹھے تھے، ہمیں اُس جنگ کی نوعیت کا کوئی اندازہ نہیں تھا، جس کی طرف ہم بغیر کسی تدبیر کے بڑھ چکے تھے۔ ملا عمر کا انکار کوئی دیوانگی نہیں تھی، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ایک فرضی ذمہ داری تھی۔ خاص طور پر افغان ثقافت میں اُس مہمان کے ساتھ خیانت جسے پناہ دی گئی ہو، ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا ہے۔

دفاعی جہاد کسی بیرونی جارح کے خلاف کوئی اختیاری عمل نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک فرض ہوتا ہے۔ اور جب امریکی فوجیوں نے افغانستان کی سرزمین پر قدم رکھا، تو پھر مزاحمت محض ایک انتخاب نہیں رہا، بلکہ ایک ناگزیر امر بن گیا۔

ہم جب بھی جنگ کو مزید وسعت دیتے، جب بھی کوئی نیا بم گراتے، افغان عوام کے

دینی فرض کا شعور مزید گہرا ہوتا اور مزاحمت کی آگ اور بھی بھڑک اٹھتی۔
سی آئی اے (CIA) کے اندر ہم اعداد و شمار گنتے تھے کہ کتنے مارے گئے؟ کتنے صوبے محفوظ ہوئے؟ کتنے ڈالر خرچ ہوئے؟ لیکن طالبان نہ زمین کے لیے لڑ رہے تھے، نہ مال کے لیے، نہ اقتدار کے لیے؛ وہ وفاداری کے لیے لڑ رہے تھے؛ خدا کے لیے، عزت کے لیے، اور اپنے وطن کے لیے۔

وہ اس لیے لڑ رہے تھے کیونکہ ان کا ایمان انہیں اس کا حکم دیتا تھا۔ اور صبر کا تسلسل بذاتِ خود کامیابی کی ایک شکل ہے۔ ہم نے غلطی سے ان کے نظم و ضبط کو سخت گیری سمجھا۔ ہم نے سوچا کہ اگر ہم زور بڑھائیں، زیادہ اسلحہ استعمال کریں، اور اربوں ڈالر خرچ کریں، تو بالآخر وہ ہماری بات مان لیں گے۔ لیکن ہم سنگین غلطی پر تھے؛ جتنا ہم نے دباؤ بڑھایا، اتنا ہی ان کا عزم اور پختہ ہوتا گیا۔

افغانستان یہ تمام مصائب اس لیے برداشت کرتا رہا اور بالآخر کامیاب ہوا؛ کیونکہ وہ صرف طاقتور نہیں تھا، بلکہ ان لوگوں کے دلوں میں آج بھی ایسے عقائد زندہ ہیں جن کے لیے زندگی صرف بقا کا نام نہیں، بلکہ کچھ چیزیں بقا سے بھی زیادہ اہم ہوتی ہیں۔

امریکہ اس لیے ناکام ہوا کیونکہ وہ یہ بھول گیا تھا کہ ایسے عقائد آج بھی زندہ ہیں۔ اور کوئی بھی سلطنت، چاہے وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو، ان عقائد کو نہ بموں کے ذریعے مٹا سکتی ہے، نہ پیسوں کے ذریعے، نہ نعروں کے ذریعے۔

جب تک امریکہ اس حقیقت کو تسلیم نہ کرے، اُس کی ہر آئندہ مداخلت بھی اسی طرح شرمندگی، تھکن اور شکست پر منتج ہوگی۔

داعش اور بلوچوں کا قتلِ عام

تحریر : ابو خلاد

بلوچ قوم کی زندگی اور ان کے سماجی حالات سے واقف ہونے سے پہلے مجھے دنیا کی سب سے زیادہ دربدر قوم پشتون معلوم ہوتی تھی۔ لیکن جب میں نے پاکستان اور افغانستان کے بعض بلوچ اکثریتی علاقوں میں بلوچ قوم کے حالات دیکھے تو یہ حقیقت مجھ پر آشکارا ہوئی کہ شاید اس خطے میں اس قوم سے بڑھ کر کوئی مظلوم، پسماندہ، قابلِ رحم اور دربدر قوم موجود نہیں۔

بلوچوں کے ساتھ ایک بڑا ظلم استعمار نے کیا ہے، جس نے انہیں کردوں کی طرح تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جن علاقوں میں یہ آباد ہیں، وہاں نہ زرعی زمینیں موجود ہیں اور نہ ہی وافر پانی؛ چاروں طرف خشک ریت، جلتا ہوا صحرا اور بنجر زمینیں ہیں جو بلوچوں کے کسی درد کا مداوا نہیں کرتیں۔ زمین کے نیچے موجود قدرتی وسائل بھی اس قوم کے کسی کام نہیں آتے، بلکہ ایران اور پاکستان کی حکومتیں ان وسائل سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔

بلوچ معاشرے میں آج بھی سرداری نظام پوری قوت کے ساتھ قائم ہے۔ بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو چکا ہے کہ ہر چیز نواب اور سردار پر قربان ہے۔ قبائلی دشمنیاں، قبیلہ پرستی، جہالت، بے روزگاری اور زندگی کے پسماندہ حالات وہ بدقسمت عوامل ہیں جو اس بہادر اور دلیر قوم کو مسلسل خطرات سے دوچار کیے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ پاکستان اور ایران کی حکومتیں بھی اس قوم کو برابر کا شہری تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ پاکستان بغاوت اور بھارت سے تعلقات کے الزامات کی آڑ میں انہیں کچلتا ہے، جبکہ ایران سنی اسلام سے وابستگی کے سبب ان کے نوجوانوں کو پھانسیوں کی بھینٹ چڑھاتا ہے۔ حالیہ دنوں میں ایک اور آفت بھی بلوچ خاندانوں پر نازل ہوئی ہے، اور وہ ہے داعش کی فتنہ انگیزی۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ دس صدیوں پہلے بھی سیستان، یا موجودہ بلوچستان کا خطہ، اُس دور کے خوارج کا ایک اہم مرکز اور پناہ گاہ تھا۔ یہاں تک کہ سلطان محمود غزنوی اور

دیگـر اسلامـی سلاطیـن نـے خـوارج کـو سـختی سـے کـچلا اور انہیـں صفحۂ ہستی سـے مٹـا دیـا۔ لیکـن موجـودہ دور میـں ایـک بـار پھـر اسـی علاقـے سـے معـاصر خـوارج، یعنـی داعشـیوں کے چھوٹے موٹے حملوں کی خبریں میڈیا میں سامنے آ رہی ہیں۔

کچھ عرصہ قبل بلوچستان کـے مستونگ میـں ایـک اجتماع کـے دوران داعـش کـے ایـک قاتـل نـے خـود کـو دھماکـے سـے اڑا لیـا، جس کـے نتیجـے میـں ۱۳۰ عـام بلـوچ مسلمان شـہید ہوئـے اور ڈیـڑھ سـو کـے قریـب دیگـر افـراد زخمـی ہـو گئـے۔ اس مضمـون کـے سـاتھ اوپـر دی گئـی تصویـر میـں آپ دیکـھ سکتـے ہیـں کـہ داعشـی قاتـل عـوام کـے درمیـان بیٹھـا ہـوا ہـے۔ یـہ تصویـر دھماکـے سـے چنـد لمحـے پہلـے لـی گئـی تھـی۔ ذرا ان لوگـوں کـی طـرف غـور سـے دیکھیـے اور خود فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ عام لوگ قتل کے مستحق تھے یا نہیں؟

داعـش نـے اپنـی اُس اعلامیـہ میـں، جس میـں اس حملـے کـی ذمـہ داری قبـول کـی گئـی اور جـو اعماق ویـب سـائٹ پـر شـائع ہوئـی، یـہ دعـویٰ کیـا کـہ انہـوں نـے ”مشرکیـن“ کـے ایـک اجتماع کـو نشـانہ بنایـا ہـے۔ آئیـے، اسـی تصویـر کـو سـامنے رکـھ کـر خـوارج کـے اس دعـوے کـو انصـاف کے ترازو میں تولیں اور دیکھیں کہ اس میں کتنا وزن ہے۔

کیا تصویر میں نظر آنے والے لوگ کافر ہیں یا مقامی مسلمان؟

ان لوگـوں کـے چہـروں، رنگـت، لبـاس، سـفید داڑھیـوں اور مجموعـی حالـت سـے صـاف ظاہـر ہوتـا ہـے کـہ یـہ بلـوچ قـوم کـے بـے غـرض، سـادہ دل، اہلِ سـنت والجماعـت کـے عقیـدے سـے وابسـتہ سنی مسلمان ہیں۔ ان میں کفر کی کوئی علامت تک دکھائی نہیں دیتی۔

یـہ سـفید ریـش بـزرگ جـو داعشـی حملـہ آور کـے بائیـں جانـب بیٹھـے نظـر آتـے ہیـں، ذرا ان کـی معصومیـت پـر غـور کیجیـے۔ میـں اللـہ کـی قسـم کھـا کـر کہتـا ہـوں کـہ اس شـخص نـے اپنـی یـہ سـفید داڑھـی اسلام کـے سـائے میـں ہـی سـفید کـی ہوگـی۔ یـہ عاجـز، بـے لـوث بلـوچ دیہاتـی یقینـاً داعشـی سـفاکیت کـی آگ میـں جھلـس گیـا ہـوگا۔ آج یـہ سـفید ریـش بلـوچ مسـلمان اللـہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا اور عرض کررہا ہوگا:

”اے میـرے رب! تـو نـے ہـی مجھـے پیـدا کیـا، مگـر میـں نـے دنیـا میـں کبھـی آسـائش نہیـں دیکھـی۔ حکومتـوں نـے مجھـے کـچلا، غربـت، فقـر اور بیماریـوں کـے امتحـان مجـھ پـر آئـے، لیکن اس سب کے باوجود میں تجھ پر ایمان رکھتا رہا اور تیرے دین سے وابستہ رہا۔

اے میـرے رب! آخـر میـرا کیـا گنـاہ تھـا کـہ بغـدادی خلافـت کـے قاتلـوں نـے مجھـے اس طـرح میـرے ہـی خـون میـں نـہلا دیـا؟ میـں نـے کـون سـا جـرم کیـا تھـا کـہ میـں ایسـے سـخت تریـن

عذاب کا مستحق ٹھہرا؟
اے میرے رب! ایک بار مجھے اور بغدادی کو اپنے حضور آمنے سامنے کھڑا کر دے، تاکہ وہ مجھ پر میرے کفر کو ثابت کرے اور میرے قتل کا سبب مجھے بتائے۔''
داعش جو روزانہ ایسے بے گناہ اور معصوم مؤمنوں کا خون بہاتی ہے، اس کے فکری سرغنے، اس کے منہج اور نظریے کے اصل مبلغین، اور وہ تمام لوگ جنہوں نے نادان نوجوانوں کو داعشی فکر وانداز سکھا کر اور پھیلا کر اس ہلاکت خیز فکر سے بھر دیا؛ یہ سب کسی صورت ان معصوم خونوں کے قرض سے بری نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ کھلے طور پر داعش سے براءت کا اعلان نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ضرور ان سے باز پرس کرے گا کہ تم نے کیوں نادان اور بے علم نوجوانوں کو ایسے انتہاپسند، مؤمن کش نظریے سے آلودہ کیا؟
کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ بعد میں انہیں قابو میں رکھنے اور ان کی رہنمائی کرنے کی تم میں صلاحیت ہوگی یا نہیں؟
بلوچستان میں ۱۳۰ مسلمانوں کے قتل کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کے ننگرہار، کابل، ہرات اور دیگر علاقوں میں عام سنی اور شیعہ عوام کا بے دریغ قتل، اور پوری اسلامی دنیا میں مساجد، مدارس، بازاروں، مارکیٹوں اور ہر جگہ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانا؛ یہ سب داعشی خوارجی مزاج کو پوری طرح بے نقاب کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ داعشی ذہنیت نہ صرف اسلام بلکہ انسانی فطرت کے بھی سراسر منافی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی سالم عقل اللہ تعالیٰ کی اشرف المخلوقات، انسان جسے عیالُ اللہ اور بنیانُ الرب کہا گیا ہے, کے اس طرح بے رحمانہ قتل کی اجازت نہیں دے سکتی۔

صومالیہ میں بھتہ نہ دینے پر داعش کی دھمکیوں کے باعث تجارتی مراکز بند

تحریر : ادارہ المرصاد

صومالیہ کے صوبہ باری میں متعدد تاجروں نے داعش کے خوارج کی جانب سے ملنے والی دھمکیوں کے باعث اپنی دکانیں بند کر دی ہیں۔

صومالیہ کی کاب ٹیلی وژن نے 22 رمضان (13 اپریل) کو رپورٹ کیا کہ صوبہ باری کے شہر بوصاصو میں کئی تاجروں نے اس وقت اپنی دکانیں بند کیں جب وہ داعش کے خوارج کی جانب سے طلب کی گئی رقم ادا کرنے میں ناکام رہے۔

مقامی درآمد و برآمد کی ایک کمپنی المصروف کے ذمہ داران کا کہنا ہے کہ انہوں نے بوصاصو میں اپنے دفاتر اور گودام بند کر دیے ہیں، کیونکہ داعش نے ان سے پانچ لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا تھا جسے ادا کرنا ان کے بس میں نہیں۔

کمپنی کے ملازمین کے مطابق، کچھ عرصہ قبل داعش کے خوارج نے کمپنی سے وابستہ ایک گودام کو نذرِ آتش کر دیا تھا، جس کے نتیجے میں انہیں مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

المصروف کمپنی کے ایک ملازم نے کاب ٹیلی وژن کو بتایا: "بوصاصو شہر میں تاجر شدید دھمکیوں کا سامنا کر رہے ہیں، کیونکہ داعش زبردستی لوگوں سے پیسے وصول کرتی ہے اور رقم نہ دینے کی صورت میں انہیں قتل کی دھمکیاں دیتی ہے۔ داعش یہ سب اپنے مالی وسائل بڑھانے کے لیے کر رہی ہے۔"

ہم دین مبین اسلام اور شریعتِ مطہرہ
کی ہدایات اور اپنے ملک کے مفادات کی روشنی
میں علاقائی امن اور استحکام کے لیے پُرعزم ہیں۔
ہم جنگ کے خواہاں نہیں ہیں، تاہم اگر جنگ ہم پر
مسلط کی گئی، تو اپنے اسلامی شرعی نظام اور
اسلامی سرزمین کے دفاع کے لیے ایسی صلاحیتوں
کا مظاہرہ کریں گے کہ موجودہ تمام اندازے غلط
ثابت ہوں گے اور جنگ کے خواہش مند اور مسلط
کرنے والے شریر عناصر اپنی زندگی کی سب سے
کڑی پشیمانی کا سامنا کریں گے۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے عمومی محکمۂ
استخبارات کے نائب سربراہ،

الحاج مولوی تاجمیر جواد حفظہ اللہ

کا جامعہ مصباحُ العلوم میں فضلاء کی تقریبِ
فراغت کے موقع پر خطاب سے اقتباس

@Almirsad_Urdu t.me/almirsadurdu https://almirsadur.com